جزا وسزا کی بنیاد

جزاوسزا کی بنیاد انسان کا ذاتی عمل ہے، نہ کسی کے ساتھ رشتہ یا تعلق۔ قرآن مجید کا اصول ہے۔ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (الانعام:١٦٤) ہر آدمی عمل سے جو کچھ کماتا ہے وہ اسی کے ذمے ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

آخری ٹکڑا بنی اسرائیل ۱۵، فاطر ۱۸، اور زمرے میں بھی آیا ہے۔ پھر سورۂ نجم میں فرمایا: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور انسان کے لیے کچھ نہیں، مگر وہی جو اس نے کمایا۔

کسی انسان کا تعلق کتنے ہی مقدس و واجب الاحترام فرد یا خاندان سے کیوں نہ ہو، لیکن وسیلہ نجات اس کی ذاتی نکوکاری اور پرہیزگاری ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ، اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہؓ، خدا کے ہاں کے لیے کچھ کرلو۔ میں تم دونوں کو کسی معاملے میں خدا سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔

نیز فرمایا: اے اولاد عبد مناف، میں تمھیں کسی امر میں خدا سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔ اے عباسؓ ابن عبدالمطلب، میں تمھیں کسی امر میں خدا سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔ دنیا میں مجھ سے جو چاہو مانگ لو (تاہم آخرت میں صرف تمہارے نیک عمل ہی کام آئیں گے)

یہ خود اہل خاندان کے لیے بھی عمل صالح کی دعوت تھی اور باقی سب کے لیے بھی اس اعتبار سے ایک پر تاثیر انتباہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے اقرباء بلکہ صاحبزادی پر صاف صاف واضح فرما رہے ہیں کہ آخرت کا معاملہ ان کے ذاتی اعمال پر موقوف ہے تو ہم لوگوں کے لیے نیک عملی کے سوا راہِ نجات کیا ہے؟

(رسول رحمت، ص ۶۴۵۔۶۴۶، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ)

درس حدیث

سجدۂ تلاوت

محمد اظہر مدنی

عن عبدالله رضی الله عنه قال: قرأ النبی النجم بمکة فسجد فیها وسجد من معه غیر شیخ أخذ کفا من حصی او تراب فرفعه الی جبهته وقال: یکفینی هذا فرأیته بعد ذلک قتل کافرا. صحیح بخاری:١٠٦٧ (کتاب سجود القرآن باب ماجاء فی سجود القرآن وسننها)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ مکہ میں نبی کریم ﷺ نے سورہ النجم کی تلاوت فرمائی اور سجدہ تلاوت کیا اور آپ کے پاس جتنے آدمی (مسلمان اور کافر) تھے ان سب نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ البتہ ایک بوڑھا شخص (امیہ بن خلف) اپنے ہاتھ میں کنکری یا مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی تک لے گیا اور کہا میرے لئے یہی کافی ہے۔ میں نے دیکھا کہ بعد میں یہ بوڑھا کافر ہی رہ کر مارا گیا۔

تشریح: قرآن کریم منزل من اللہ غیر متبدل کتاب ہے۔ اس کے تلاوت پر اجر وثواب ہی نہیں بلکہ روح کو جلا ملتی ہے، نفس کو تقویت پہونچتی ہے اور رب کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ اس عظیم قرآن کے اندر ١٥ مقامات پر سجدہ کا ذکر ہے جہاں سجدہ کرنا چاہیے۔ ایک مقام ایسا ہے جس کے ہونے اور نہ ہونے میں علماء وفقہاء کا اختلاف ہے۔ بقیہ اکثر وبیشتر مقام سجود کے سلسلے میں جمہور علماء کرام، فقہاء عظام اور سلف وخلف کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سجدۂ تلاوت سے مراد وہ سجدہ ہے جو قرآن کریم کی بعض آیات کی تلاوت کرنے یا کسی تلاوت کرنے والے سے سننے سے سجدہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے خواہ ان آیات کی تلاوت نماز میں کی جائے یا نماز کے علاوہ کی جائے۔

سجدۂ تلاوت سنت مؤکدہ ہے، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا یہ عمل تھا کہ جب آیات سجدہ تلاوت کرتے تو سجدہ کرتے، یہ سجدہ درحقیقت اظہار انکساری وعاجزی اور نبی کریمؐ کی محبت اور اقتدا ہے۔ لہٰذا سجدہ تلاوت کا حکم نماز کی طرح نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی دلیل ملتی ہے جس سے پتہ چلے کہ سجدہ تلاوت کا حکم نماز کے حکم کی طرح ہے اور جو نماز کے شروط ہیں وہی شروط اس سجدہ کے لئے بھی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے تعلق سے یہ آتا ہے کہ جب آپ سجدہ تلاوت فرماتے تو سب صحابہ آپ کے ساتھ سجدہ کرتے اور آپ ﷺ کسی کو یہ نہ فرماتے کہ وضو کے بغیر سجدہ نہ کرے۔ جبکہ ان آیات کی تلاوت بسا اوقات عام مجلسوں میں ہوتی اور شرکاء وسامعین مختلف قسم کے لوگ ہوتے، بعض باوضو اور بعض بغیر وضو کے ہوتے۔ لہٰذا اگر سجدہ کے لئے وضوء شرط ہوتا تو آپ ﷺ اس کی ضرور نشاندہی فرماتے۔ یہ اور بات ہے کہ ایک مسلمان کو ہمیشہ پاک وصاف اور باوضو رہنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ آتا ہے کہ بے وضو بھی سجدہ کیا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا حدیث میں اس سجدہ تلاوت کا ذکر کیا گیا ہے۔ سجدہ تلاوت کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب آیت سجدہ تلاوت کی جائے تو اس پر اللہ اکبر کہہ کر سجدے پہ چلا جائے اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے تکبیر نہ کہے اور نہ ہی سلام پڑھے اور نہ ہی سجدہ کے بعد تشہد کے لئے بیٹھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ ہم پر قرآن کی تلاوت کرتے تو جب سجدہ سے گزرتے تو تکبیر کہہ کر سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے تھے۔ اور اس حدیث میں سجدہ سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہنا اور سلام پھیرنا ثابت نہیں ہے اس لئے جو چیز ثابت نہیں اس سے بچنا چاہیے البتہ اگر حالت نماز میں سجدہ تلاوت کی ضرورت پڑ جائے تو اس صورت میں اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں گے اور اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے اٹھیں گے پھر یا تو تلاوت حسب سابق جاری رکھیں یا تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں۔ سجدہ تلاوت کرنے کے لئے کھڑا ہو کر تکبیر کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ بیٹھے بیٹھے ہی سجدہ میں چلا جائے۔ اور حالت سجدہ میں ماثور دعاء پڑھے **سجد وجهی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره بحوله وقوته فتبارک الله احسن الخالقین** (رواہ مسلم فی الصلاۃ المسافرین:١٢٩٠، والترمذی فی الدعوات:٣٣٤٤) میرے چہرے نے اس ذات کے لئے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اپنی طاقت اور قوت سے اس کے کان اور آنکھ کے سوراخ نکالے اللہ برکت والا ہے، سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے، اور اسی طرح **سبحان ربی الاعلی** اور دیگر دوسری دعائیں بھی ثابت ہیں جیسے **اللهم اکتب لی بها عندک اجرا وضع عنی بها وزرا واجعلها لی عندک ذخرا وتقبلها منی کما تقبلتها من عبدک داؤد** ترجمہ اے اللہ میرے لیے اس سجدے کے بدلے اپنے ہاں اجر لکھ دے اور اس کے بدلے بوجھ یعنی گناہوں کو ختم کر دے۔ اور اپنے پاس اسے ذخیرہ بنا اور مجھ سے اسی طرح قبول فرما جس طرح تو نے اپنے بندے داؤد سے قبول فرمایا تھا۔

بہر حال ہر صورت میں سجدہ تلاوت کا اہتمام ہونا چاہئے اور یہ سجدہ صرف قاری یا امام کے لیے ہی نہیں بلکہ جو لوگ بھی قرأت کی مجلس میں شریک ہوں یا قاری کی متابعت کر رہے ہوں ان کے لیے قاری کے ساتھ سجدہ کرنا ضروری ہے۔ اگر قاری سجدہ نہیں کرتا تو پھر سامعین اور شرکاء پر سجدہ تلاوت ضروری نہیں ہے۔ اس طرح امام کے ساتھ ساتھ مقتدی پر بھی سجدہ کرنا فرض ہے۔ اگر قاری یا سامع سجدہ نہیں کرتا ہے تو اس صورت میں گناہگار نہیں ہوگا بلکہ احوط اور افضل یہی ہے کہ اس کا اہتمام ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کا بے پناہ اہتمام تھا۔ اور جو نہیں کرتے ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ نے جمعہ کے دن ممبر پر فرمایا تھا: "**یا ایها الناس انا نمر بالسجود فمن سجد فقد اصاب ومن لم یسجد فلا اثم علیه**" اے لوگوں ہم سجدہ کی آیت پڑھتے چلے جاتے ہیں پس جو کوئی سجدہ کرے تو اس نے اچھا کیا اور جو سجدہ نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "**قرات علی النبی (والنجم) فلم یسجد فیها**" میں نے نبی کریم کو سورہ نجم پڑھ کر سنایا تو آپ نے سن کر سجدہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو حقیقی معنوں میں متبع سنت اور عالم باعمل بنائے۔ **وصلی الله علی النبی محمد والتسلیم**

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے مقدس جماعت	۶
علم تجوید وقرأت کی اہمیت وفوائد	۸
رت جگا-اسباب وعلاج	۱۰
یورپ میں مسلمان	۱۴
آزادئ اظہار رائے کے نام پر دل آزاری	۱۵
مولانا مطیع اللہ کی کتاب ''تاریخ مرکزی دارالعلوم بنارس''	۲۲
جماعتی خبریں	۲۸

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ______ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ______ ۷/روپے
پاکستان ______ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

حق را بحق دار رسید

ہمارا وطن ہندوستان ہے اور ہم ہندوستانی ہیں، ہندوستان مہان ہے، ہم حق کے علمبر دار رہے ہیں، اہل حق کی طرفداری کرتے رہیں گے۔ یہی ہمارا نعرہ ہے، یہی ہماری روایت ہے اور اسی میں ہماری جان ہے اور اسی سے دنیا و جہاں قائم ہے، سارے سنسار میں ہماری یہی پہچان ہے۔ فلسطین فلسطینیوں کا تاریخی، شرعی، قانونی اور اخلاقی اور جغرافیائی حق ہے اور ہم نے قضیہ فلسطین کے سلسلے میں ہمیشہ فلسطینیوں کی حمایت کی ہے اور کرتے رہیں گے۔ آج اگر اسی وجہ سے امریکہ واسرائیل سے کسی طرح کا تعلق بڑھائے رکھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ ہم اپنے اصولوں سے دست بردار ہوجائیں گے اور روایات کو فراموش کردیں گے اور اعلیٰ اقدار اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیں گے یا وقتی مفادات اور حالات کے پس منظر میں گاندھی اور نہرو اور اس سے بھی بڑھ کر اپنے قدیم ترین عرب و ہند کے مضبوط، مستحکم اور بہترین تعلقات کو ختم کرلیں گے ہرگز نہیں۔ بلکہ جس طرح آج ہم نے فلسطینیوں کے حق میں ووٹ دیا ہے اسی طرح ان کی حمایت جاری رکھیں گے۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے اور دنیا اسے تسلیم کرتی ہے کہ مسلمانوں نے بارہ سو سال فلسطین پر حکومت کی۔ سن ۱۹۰۰ء میں فلسطین میں ۸۵ فیصد مسلمان بستے تھے۔ دس فیصد عیسائی آبادی تھی اور پانچ فیصد یہودی تھے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ۱۹۲۳ء تک یہودیوں کی آبادی جنہیں وہاں مالکانہ حقوق حاصل تھے صرف تین فیصد تھی۔ ۱۸۰۰ء سے ۱۹۰۰ء کے درمیان یورپی ممالک کے ظلم کے باعث مامون علاقے کی طرف یہودیوں نے ہجرت کرنا شروع کردیا۔ ۱۸۹۶ء میں یہودی صحافی اور صہیونیت کے علمبر دار ہرتزل نے ایک کتاب لکھی جس میں ایک ایسے مستقل یہودی ملک کی تجویز رکھی جہاں پوری دنیا کے خانماں برباد یہودی اکٹھا ہوں اور اس کے لیے فلسطین یا ارجنٹینا کا نام تجویز کیا پھر صہیونیوں نے فلسطین کے نام پر اتفاق کیا۔ ۱۹۱۶ء میں پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانیہ اور فرانس میں شام کے ملک کی سائیکس پیکو معاہدے کے تحت بندر بانٹ کی اور ۱۹۲۰ء میں سان ریمو معاہدے کے تحت فلسطین برطانیہ کے حصے میں آیا اور وہیں سے فلسطین میں یہودیوں کو مستحکم کرنے اور دنیا جہان سے انہیں فلسطین لاکر بسانے کی مہم شروع ہوئی۔ چونکہ خلاف عثمانیہ کمزور سے کمزور تر ہو چلی تھی اور یورپ کے اس مرد بیمار کو ہر طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اندرونی منافقین وملحدین اور اصلاح پسند نما تخریب کاروں اور سازشیوں کا سامنا تھا تو بیرونی طور پر یورپ سمیت بہت سے ممالک اس مرد بیمار کو دفن در گور کردینے پر تلے ہوئے تھے۔ تاہم برطانیہ اور دیگر یہود نواز ملکوں کو یہود کو ارض فلسطین میں بسانے کی ہمت نہ ہوسکی نہ ان کی مادی وعسکری قوت ہی اسے قائل کرسکی نہ ہی اس کے رعب اور دبدبے اور معنوی وسائل وذرائع اسے تابع فرمان کرسکے۔ بعد کے مختلف ادوار میں فلسطینیوں اور عربوں کو متعدد جنگیں بھی لڑنی پڑیں اور شکست وریخت اور فتح وکامرانی

کے مراحل بھی سازشوں کے نرغے میں آتے رہے اور بیت المقدس سمیت فلسطینیوں کو متعدد بار ظلم وزیادتی اور ناانصافی کا سامنا رہا۔ ان تمام ادوار میں بہت سے انصاف پسند ملکوں کے شانہ بشانہ ہمارے پیارے ملک ہندوستان نے بھی فلسطینیوں کا کھل کر ساتھ دیا اور بلاکسی تحفظ کے اس نے فلسطینیوں کے حق اور موقف اور فلسطینی کاز کی حمایت کی۔ اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور حق وانصاف اور عدل وانسانیت اور بین الاقوامی اصول وضوابط اور دستور وقانون کی روشنی میں جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ

الغرض موجودہ حالات میں حکومت ہند جس کی سربراہی کا شرف عالی جناب نریندر مودی جی کو حاصل ہے نے فلسطین کے حق میں اپنا جائز حق استعمال کر کے حق را بجق رسید کا مقولہ درست کر دکھایا ہے اور ہم سب دیش واسیوں اور ساری دنیا کے انصاف پسندوں کی تعریف وتوصیف کے جہاں مستحق ٹھہرے ہیں وہیں ہمارے مہان دیش کے مان سمان میں اضافہ ہوا ہے اور بھارت کی سنسکرتی اور اس کی تاریخ کو دہرایا گیا ہے جس پر ہم تمام سربراہان حکومت کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ہندوستان زندہ باد

افراط وتفریط اور بے اعتدالی ہر اعتبار سے ہر امر اور ہر میدان میں ممنوع وناپسندیدہ ہے۔ اس سے جہاں ایمان وعقیدہ میں بگاڑ آتا ہے وہاں منہج وسلوک میں گڑ بڑی پیدا ہوتی ہے۔ بے اعتدالی وافراط وتفریط کی روش پر گامزن ہو کر ایک انسان نہ اپنا، نہ اپنے اہل وعیال اور اپنے خویش واقارب کا بھلا کر سکتا ہے اور نہ ملک وقوم اور انسانیت کو اس سے ادنیٰ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ ذلت ورسوائی، فساد وبگاڑ اور فتنہ وشر انگیزی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ آج دنیا کے اندر جو مختلف قسم کے بگاڑ، فتنہ انگیزی، شر وفساد بدامنی وبے چینی اور عدم اطمینان کی صورتحال پیدا ہوگئی ہے اس میں بے اعتدالی وافراط وتفریط کا اہم رول ہے۔ اور گھر سے لے کر سماج ومعاشرہ اور ملک وملت، جماعت اور انسانیت سب اس کے کاری ضرب کی کرب میں مبتلا ہیں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ عقیدہ ومنہج کی بے اعتدالیوں کے سبب بسے بسائے گھر تباہ وبرباد ہو رہے ہیں۔ سجی سجائی انجمنیں اور حرکت ونشاط سے بھرپور جماعتیں بکھرتی اور کمزور ہوتی جارہی ہیں۔ سماج ومعاشرہ کے تانے بانے منتشر ہو رہے ہیں، ملک وقوم بدامنی وبے چینی کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ نہ گھر میں سکون ہے نہ باہر میں امن، بھرے بازاروں میں، مندر ومسجد میں، گرجا گھروں وگرودواروں میں، تجارتی منڈیوں اور سیاحت گاہوں میں، مکاتب ودفاتر میں بلکہ حکومتوں کے ایوانوں میں غرضیکہ کب کیا ہو جائے، ناخوش گوار واقعہ پیش آجائے اور حضرت انسان بارود وبم کے ملبے میں تبدیل ہو جائے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام جو کہ دین فطرت ہے، جس کے احکام وشرائع فطرت کے اصول پر استوار ہیں، جو نہ صرف انسانوں بلکہ حیوانات وجمادات ونباتات کے حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے اس نے واضح انداز میں تعلیم دی ہے **خیر الامور اوسطھا** سب سے بہتر کام میانہ روی واعتدال والا ہے۔ اسلام میں میانہ روی ہر معاملہ میں مطلوب ہے۔ وہ جہاں انسان کو تقوی وطہارت کی تعلیم وتلقین کرتا ہے وہاں رہبانیت وتقشّف کی بھی تردید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت، ربوبیت اور اسماء وصفات کے اقرار واثبات کے ساتھ ساتھ شرک ودوئی پسندی کو مذموم قرار دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کو عالم گیر بنا دینے کے ساتھ ساتھ ان کی عبدیت کا بھی اعلان کرتا ہے۔ دین وعقیدہ میں بگاڑ کو روکنے کے لیے جادہ اعتدال اور کسوٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو قرار دیتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں: روایت ہے کہ ایک مرتبہ تین صحابی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت وریاضت کا حال معلوم کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ ازواج مطہرات نے آپ کی عبادت وریاضت کے بارے میں انہیں بتایا۔ جس کو ان لوگوں نے کم جانا لیکن فوراً تاویل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سے کیا مقابلہ؟ ان کے تو سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں عہد کیا کہ ہم زیادہ سے زیادہ عبادت کریں گے۔ ان میں سے ایک نے کہا میں ہمیشہ رات بھر لگاتار نمازیں پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ زندگی بھر متواتر روزے رکھوں گا۔ اور تیسرے نے کہا کہ میں شادی ہی نہیں کروں گا بلکہ تجرد وتبتل کی زندگی بسر کروں گا۔

اتنے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ان صحابہ کی روداد ان کے گوش گزار کی گئی۔ جس پر آپ شدید ناراض ہوئے اور ان لوگوں سے پوچھا کہ تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں۔ جان لو! اللہ کی قسم میں تم لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں روزہ کبھی رکھتا ہوں اور کبھی افطار بھی کرتا ہوں، راتوں کو اٹھ کر نماز بھی پڑھتا ہوں اور استراحت بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادیاں بھی کی ہیں۔ جان لو "**فمن رغب عن سنتی فلیس منی**" (بخاری، مسلم) جس نے میری سنت اور طریقے سے روگردانی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

گھریلو زندگی میں پریشانیوں کی اصل وجہ برتاؤ اور تعامل میں بے اعتدالی ہے۔ شادی بیاہ، پیدائش وموت، رہن سہن، تیوہار وتقریبات سب بے اعتدالی کے کیچڑ میں لت پت ہیں۔ کھانا پینا بھی اس سے محفوظ نہیں ہے۔ آج سماج ومعاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اور لوگوں کا عائلی نظام درہم برہم ہو رہا ہے اور جس طرح لوگوں کے اندر مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں ان کی بڑی وجہ جادہ اعتدال سے تجاوز ہے۔ طلاق وحلالہ، بین مذہبی شادیاں اور ان کی مضرات اسی طرح ایڈس، کینسر، ایچ آئی وی وغیرہ بیماریاں اس کی مثالیں ہیں۔ آج وطن عزیز میں مسلمان طلاق وحلالہ کی وجہ سے جس بے چینی وبے اطمینانی سے گزر رہے ہیں اور عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے نام پر پرسنل لاء میں مداخلت کی راہ ہموار ہوئی ہے وہ بھی لمحہ فکریہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب امت یا گروہ جادہ اعتدال سے ہٹ جاتی ہے اور ضد اور ہٹ دھرمی پر مصر رہتی ہے اپنوں کو اجتہادی اختلافات کی بنیاد پر بھی برداشت نہیں کر پاتی تو دوسروں کو مداخلت کا موقع مل جاتا ہے۔

سماج ومعاشرہ زندگی میں بھی افراط وتفریط کا دور دورہ ہے۔ ایک طرف برائیوں اور مظالم پر نکیر کرنے والوں کی کمی ہے تو دوسری طرف اس قدر تشدد ہے کہ تکفیر وتفسیق کی بے دریغ ریوڑیاں بانٹی جارہی ہیں۔ جماعتی زندگی میں بھی بے اعتدالی سے محفوظ نہیں ہے۔ اکثر مقامات پر جمود وتعطل کی فضا قائم ہے۔ پالیسی وپروگرام متعین ومخطط ہے لیکن ان کی

تنفیذ کی کوشش نہیں کی جاتی۔لیکن اگر کبھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو ایک دن میں ہی ہفت اقلیم فتح کر لینا چاہتے ہیں۔اور جو لوگ اور جو جماعت اپنے وسائل وذرائع کے مطابق اپنا کام جاری رکھے ہوئی ہے اس کو نفی کے خانے میں ڈالنے میں ادنیٰ ہچک نہیں ہوتی، اکابرین کی مساعی جمیلہ ان کو ہیچ لگتی ہیں بلکہ ان کی کردارکشی پر بھی کوئی باک نہیں ہوتا۔اس کے ساتھ یہی اکھاڑ پچھاڑ کے تانے بانے بننے شروع ہو جاتے ہیں۔اور نصب وعزل کی ترکیبیں سوچی جانے لگتی ہیں پھر جو خلفشار وانتشار اور فتنہ وفساد کا دروازہ کھلتا ہے۔دراصل یہ امم سابقہ خصوصا یہود کی خصلت رہی ہے جس پر ''**لتتبعن سنن من قبلکم حذو النعل بالنعل**'' (کہ تم پچھلی قوموں کی ہو بہو اتباع کروگے) کی پیشنگوئی ثابت ہوتی ہے۔یہود حضرت شمویل علیہ السلام کے ہوتے ہوئے بھی انہیں سے مطالبہ کرنے لگے تھے کہ ہم جو در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ظلم وزیادتی کی بھٹی میں تپائے جا رہے ہیں لہذا اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے ایک بادشاہ مقرر کیجیے تاکہ ہم اس کی قیادت میں اپنے حقوق کی لڑائی لڑ سکیں اور دشمنوں سے اپنے غصب شدہ حقوق واپس لے سکیں جب نبی کی دعا قبول ہوئی اور طالوت کو حسب مطالبہ یہود بادشاہ بنا دیا گیا تو یہ نقد ہونے لگا کہ نہ وہ کسی بڑے خاندان سے ہیں اور نہ مال وزر کے ہی بڑے مالک تھے۔حالانکہ ایک بادشاہ کو اور کرنل کو جس علمی اور جسمانی قوت وسطوت ووسعت کی ضرورت ہوتی ہے اس سے سرفراز تھے۔پھر جب بڑی مشکلوں کے بعد یہود نے جنگ کا رخ کیا تو پھر پہلے ہی آرڈر پر کہ ندی کا پانی مت پینا اور اگر پینا ضروری ٹھہرا تو ایک چلو بہت ہے، اس پر بھی ان عقل کے پرستاروں کا ''مثبت نقد'' اور ''برمحل تبصرہ'' یہ تھا کہ یہ زبردست فوج جانی دشمن اور جالوت اور اس کے منجھے ہوئے لشکر کا سامنا ہے تو جسمانی قوت کے لیے پیاس کا بجھانا عین تقاضائے وقت ہے اور سیاستِ حرب وضرب کے عین مطابق ہے۔چنانچہ سیرابی کے بعد پوری فوج بوجھل، سست اور ناکارہ لشکر ثابت ہوئی اور مٹھی بھر تین سو تیرہ کی تعداد جس میں نظم وضبط اور سمع وطاعت کا جذبہ تھا کامیاب ہوئی اور یہود خصلت کی اکثریت جس نے نقد کیا کہ بادشاہ کی بادشاہت نہیں چلے گی علماء کی چلے گی، اولیاء کی چلے گی، انبیاء کی چلے گی، ہم بادشاہ کا آرڈر مانتے ہوئے کیوں کر ایک حلال اور ضرورت کی چیز پانی کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔سچ کہا امام الائمہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ دنیادار علمائے سوء میں یہود کی خصلت پائی جاتی ہے۔جیسا کہ جاہل عابدوں میں نصاریٰ کی گمراہی جاگزیں ہوتی ہے۔تم غور کروگے کہ زمانہ حال کے کچھ عالموں اور عابدوں کا حال بھی کچھ ان یہود ونصاریٰ سے زیادہ ورے اور پرے نہیں ہے۔ان کا کل ہم وغم اور حرکت ونشاط کا معراج یہی ہے کہ فرد وجماعت، جامعات وجمعیات اور ملت کے ہر کام اور اقدام میں کیڑے نکالنا اپنی اعلیٰ ڈگریوں اور قلمکاریوں کا اولین فریضہ مانیں اس کے بغیر نہ ان کی خیرخواہی مکمل ہو سکتی ہے نہ ان کی دینداری اور علمیت کا سکہ جم سکتا ہے۔حالانکہ کرنے کے ہزاروں کام اور سینکڑوں میدان، رجال کار کے منتظر ہیں۔درحقیقت یہود کی یہ خصلت بے حد تباہ کن رہی ہے جسے حسد کا نام دیا جاتا ہے۔بدقسمتی سے بہت سے علمائے وقت بھی اس آگ میں جھلس رہے ہیں اور پوری ملت وجماعت اور قوم کو اسی آگ میں جلا کر خاکستر کر دینا چاہتے ہیں۔سچ کہا ہے کسی نے:

متی یبلغ البنیان یوم تمامہ
اذا کنت تبنیہ وغیرک یہدم

آپ اسے بے اعتدالی، افراط وتفریط، خروج وبغاوت اور خارجیت وحروریت اقوام مغضوب علیہم اور ضالین کی روش کہہ سکتے ہیں۔

یہی نقطہ چینی اور بے اعتدالی ملک وقوم کے سلسلے میں بھی پائی جا رہی ہے۔فی زمانہ بڑے اخلاص کے ساتھ حق وانصاف کا جس طرح جنازہ اٹھایا جا رہا ہے کہ الامان والحفیظ۔ اس میں بڑے بڑے اصحاب جبہ ودستار اور دانشورانِ قوم وملت شامل ہیں۔غلط کاموں پر نکیر ہونی چاہئے لیکن اچھے کاموں کو سراہا جانا بھی چاہئے۔ولاء اور براء میں اعتدال وحق وانصاف کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔قرآن کریم نے بڑی صاف ستھری اور واضح گائیڈ لائن متعین کر دی ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (المائدہ:۸) کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔

دنیا میں اگر کوئی حکومت کتاب وسنت پر استوار ہے اور بڑی حد تک وہاں اسلامی حدود وتعزیرات نافذ ہیں اور اس کی رعایا خوش حال وپرامن ہے تو اس کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ اگر کوئی حکومت اسلام اور انسانی کاز کے مخالف ہے اور فتنہ وفساد کی کاشت کرتی ہے اور اپنی عوام ورعایا کو بدحالی میں مبتلا کرتی ہے تو اس تقصیر کا اعتراف بھی کرنا چاہئے۔لیکن نقد وتعریف میں حد اعتدال سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے بلکہ محبت یا دشمنی حسن وقبح اور اچھائی وبرائی کا معیار ہونا چاہئے۔آج عالم اسلام جن حالات سے دوچار ہے اور ان کے سلسلے میں مسلم امت جس طرح مختلف خانوں میں بٹتی جا رہی ہے اور خلفشار وانتشار کی شکار ہو رہی ہے وہ ایک سانحہ اور المیہ ہے۔مملکت سعودی عرب کی اسلامی وعام انسانی کاز سے ہمدردی ، امن وشانتی کے قیام اور دہشت گردی کی بیخ کنی کے سلسلے میں مضبوط عملی اقدام سے کون واقف نہیں۔اس کے باوجود اگر کوئی ملک اپنوں اور غیروں میں سب سے زیادہ مظلوم ہے تو وہ مملکت سعودی عرب ہی ہے۔اس کی عظیم الشان دینی وعلمی اور انسانی خدمات کے علی الرغم اس کی بلاوجہ تنقید ایک خاص طبقے کا فیشن بن گیا ہے اور وہ اس کی بہر حال کردارکشی پر اتارو ہے۔اور دوسرے لوگ مسلمانوں کا جو سودا کر رہے ہیں اور اندرون خانہ مسلم دنیا کے خلاف تاریخی سازشوں کا حصہ بنے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے عالم اسلام بارود کے ڈھیر پر کھڑا ہے ان کے نزدیک ایسی طاقتوں کا سات خون معاف ہے۔ایسا نہیں ہونا چاہئے۔نقد کے دینی وشرعی اصول ہیں۔نقد کی ضرورت اگر پڑ بھی جائے تو اس کے دینی وشرعی اور اخلاقی اصول وحدود ہیں ان کی پابندی ضروری ہے۔

حق یہ ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں اعتدال ومیانہ روی ہونی چاہئے۔اس میں فرد وخاندان، ملک ومعاشرہ، جماعت وملت اور انسانیت کا بھلا ہے۔دوسروں کی تنقید سے پہلے اپنا گریباں دیکھنا چاہئے۔جو لوگ ادنیٰ ذاتی وجماعتی مفاد کے خاطر پوری ملت کا سودا کرنے سے دریغ نہیں کرتے ان کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ کسی ملک اور اس کے حکمرانوں اور جماعتوں کے بارے میں لب کشائی ودانشوری کرتے پھریں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق وعدل کو قائم کرنے والا اور اس کا سچا علمبردار بنائے۔آمین ☆☆

نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے مقدس جماعت

مطیع اللہ محمد اسحاق سلفی
نائب امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث سدھارتھ نگر
Mob. 9838699445

اللہ کے نبیوں اور رسولوں کے بعد اس روئے زمین پر سب سے مقدس اور پاکیزہ گروہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گزرا ہے۔ یہ اولین رہروان اسلام تھے۔ اسلام کے سچے جاں نثار تھے۔ دین کے علمبردار اور گوہر آبدار تھے۔ رب کے وفادار اللہ کی رضا کے طلب گار تھے۔ رسول کے سچے جان نثار اور پیروکار تھے۔ اخلاق وکردار کے حقیقی معیار اور انسانیت کے سچے معمار تھے۔ ان نفوس قدسیہ کے چہرہ سے خدا ترسی، خدا پرستی، کریم النفسی، شرافت اور حسن اخلاق کے آثار ہویدا تھے۔ یہ اعدائے دین اور دشمنان اسلام کے لیے فولاد سے بھی زیادہ سخت تھے اور اہل ایمان واسلام کے لیے ریشم سے بھی زیادہ نرم اور ملائم۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن

صبر ورضا، عدالت وثقاہت اور صداقت وشجاعت کے پیکر تھے۔ ایمان کے پاسبان اور رسول کے نگہبان تھے۔ جود وسخا میں بے مثال، امانت ودیانت میں اوج کمال پر تھے۔ ایثار وقربانی کے اونچے مینار پر فائز تھے۔ تقویٰ وطہارت، راست بازی وپاکبازی میں ممتاز تھے۔ ان جیسی بہت سی صفات حمیدہ کے وہ حامل تھے۔ ان نفوس قدسیہ کا ذکر جمیل تورات وانجیل میں ہے۔ ان کے اخلاق فاضلہ اور اوصاف حسنہ کی شہادت خود خالق کائنات نے متعدد آیات میں دی ہے۔ ان سب کا احاطہ یہاں ناممکن ہے صرف دو آیتوں کی توضیح وتشریح مطلوب ومقصود ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا .(الفتح : ۲۹)

’’محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ جب تم دیکھو گے تو انھیں رکوع وسجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے آثار ان کے چہروں پر موجود ہیں۔ جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت تورات وانجیل میں اور ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی۔ پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کردیتی ہے تاکہ کفار ان کے پھلنے اور پھولنے پر جلیں۔ اس گروہ کے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیئے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔‘‘

آیت محولہ بالا میں اصحاب رسالت مآب کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ ’’اشداء علی الکفار‘‘ کفار پر اصحاب محمد سخت ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ کافروں کے ساتھ ترش روئی، درشتی اور تندخوئی سے پیش آتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان کی پختگی، اصول کی مضبوطی، سیرت کی طاقت اور ایمانی فراست کی وجہ سے کفار کے مقابلہ میں پتھر کی چٹان کا حکم رکھتے ہیں وہ کفار کے لیے لقمہ تر نہیں ہیں کہ آسانی سے انھیں نگل جائیں وہ ان کے حق میں موم نہیں کہ جس شکل وصورت میں چاہیں تبدیل کرلیں انھیں کسی خوف سے مرعوب وہراساں نہیں کیا جاسکتا۔ انھیں دنیاوی مال ومتاع سے خریدا نہیں جاسکتا۔ کافروں میں یہ طاقت اور قوت نہیں ہے کہ انھیں ان کے مقاصد جلیلہ سے ہٹادیں جس کے لیے وہ سب کچھ قربان کرنے کے بعد سردھڑ کی بازی لگاکر محمد رسول اللہ کا ساتھ دینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی سختی جو کچھ ہے وہ اعداء دین اور دشمنان اسلام کے لیے ہے، اہل ایمان کے لیے نہیں ہے۔ اہل ایمان کے لیے ریشم سے بھی زیادہ نرم ہیں۔ رحیم وشفیق ہیں۔ ایک دوسرے کے ہمدرد وغم گسار ہیں۔ اصول وضابطہ اور مقصدیت کے اتحاد نے ایک دوسرے کے لیے ہمدردی، محبت والفت پیدا کردی ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

تیسری صفت یہ بتائی گئی ہے کہ محمد ﷺ کے ساتھی تو ایسے ہیں کہ ان کو دیکھتے ہی ایک انسان بیک نظر معلوم کرسکتا ہے کہ خدا پرستی کے جلوے ان کے چہروں پر منور وتاباں ہیں۔

صحابہ کرام کی شان میں یہ مثال بیان کی گئی ہے کہ آغاز میں انتہائی قلیل تھے پھر زیادہ اور مضبوط ہوگئے جیسے کھیتی ابتداء میں کمزور ہوتی ہے پھر دن بدن قوی ہوجاتی ہے حتی کہ مضبوط تنے پر قائم ہوجاتی ہے۔

صحابہ کرام کے لیے بڑھتا ہوا اثر ونفوذ اور روز افزوں قوت وطاقت کافروں کے لیے غیض وغضب کا باعث تھی کیوں کہ اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا تھا اور کفر کا دائرہ سمٹ رہا تھا۔

اس پوری آیت کا ایک ایک جز صحابہ کرام کی عظمت وفضیلت، اخروی مغفرت اور اجر عظیم کو واضح کررہا ہے۔ صحابہ کرام میں اصحاب بدر کا مقام ورتبہ انتہائی اعلیٰ وارفع ہے۔ کیوں؟ قرآن ناطق ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (المجادلة: ۲۲)

اس آیت میں دو باتیں ارشاد ہوئی ہیں ایک بات اصولی ہے اور دوسری امر واقعی کا بیان۔

اصولی بات یہ ہے کہ دین حق پر ایمان اور اعداء دین کی محبت دو بالکل متضاد چیزیں ہیں جن کا ایک جگہ اجتماع کسی طرح قابل تصور نہیں ہے۔ یہ بات قطعی ناممکن ہے کہ ایمان اور دشمنان خدا اور رسول کی محبت ایک دل میں جمع ہو جائیں جو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت میں کامل ہوتے ہیں وہ اللہ، رسول کے دشمنوں سے محبت اور تعلق خاطر نہیں رکھتے۔

یہ تو اصولی بات ہے مگر اللہ نے صرف اصول بیان کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا ہے کہ بلکہ اس امر واقعی کو مدعیان ایمان کے سامنے نمونے کے طور پر پیش فرما دیا ہے کہ جو لوگ سچے مومن تھے انہوں نے فی الواقع سب کی آنکھوں کے سامنے تمام ان رشتوں کو کاٹ کر پھینک دیا جو اللہ کے دین کے ساتھ ان کے تعلق میں حائل ہوئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو بدر و احد کے معرکوں میں سارا عرب دیکھ چکا تھا۔ مکہ سے جو صحابہ ہجرت کر کے آئے تھے وہ صرف خدا اور اس کے دین کی خاطر خود اپنے باپ، اپنے، بیٹے، اپنے بھائی اور اپنے چچا، ماموں اور دیگر رشتہ داروں کو تہ تیغ کرنے سے گریز نہیں کیا جو کفر کی حمایت میں کافروں کے ساتھ لڑنے والوں میں شامل تھے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو قتل کیا۔ حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا حضرت ابوبکر اپنے بیٹے عبدالرحمٰن سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت عمر بن خطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہاشم بن مغیرہ کو واصل جہنم کیا۔ حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث نے عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت عمر نے اسیران جنگ بدر کے معاملہ میں رسول اللہ سے عرض کیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے اور ہم میں سے ہر آدمی اپنے رشتہ دار کو موت کے گھاٹ اتارے جن کی تائید اللہ رب ذوالجلال والاکرام نے فرمائی۔ اسی جنگ بدر میں مصعب بن عمیر کے سگے بھائی ابوعزیز بن عمیر کو ایک انصاری صحابی پکڑ کر باندھ رہے تھے تو پکار کر کہا ذرا مضبوط باندھنا اس کی ماں بڑی مالدار ہے اس کی رہائی کے لیے بہت سا فدیہ دے گی۔ ابوعزیز بولے تم میرے بھائی ہو کر ایسی بات کہہ رہے ہو۔'' حضرت مصعب نے جواب دیا ''اس وقت تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں گرفتار کر رہا ہے۔'' اسی جنگ بدر میں رسول کے چچا حضرت عباس اور داماد ابوالعاص گرفتار ہو کر آئے ان کے ساتھ قرابت داری کی بنا پر کسی طرح کا کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا گیا۔ اسی طرح عالم واقعہ میں دنیا کو صحابہ کرام نے دکھا دیا کہ پاکباز سچے مخلص مسلمان کیسے ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے دین کے ساتھ ان کا تعلق کیسا ہوتا ہے۔ اسی کے بدلے میں اللہ نے ان کو اپنی رضا مندی سے نواز دیا اور ان پر اس طرح انعامات کی بارش فرمائی کہ وہ بھی اللہ سے راضی ہو گئے۔ رضی الله عنهم ورضوا عنه.

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تازہ ترین پیش کش

تاریخ ردقانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 24 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 7 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

علم تجوید وقراءت کی اہمیت وفوائد

بصیرت فاطمہ، ریسرچ اسکالر، شعبہ سنی دینیات
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

قرآن کریم جس عظمت وشان کے ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تیئیس (۲۳) برس کے عرصہ میں اُتارا گیا، اسی اہمیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کی قراءت، تلاوت اور حرفوں کی ادائیگی کا حکم بھی آیتِ شریفہ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً (سورہ المزمل ۷۳، آیت: ۴) (قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو) میں نازل فرمادیا۔ اسی کے ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہ یُحِبُّ اَن یُقرأ القُرآنُ کَمَا اُنزِلَ۔ [۱] (یعنی اللہ پسند کرتا ہے کہ قرآن اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل کیا گیا) چنانچہ عربی زبان بے حد حساس زبان ہے، کسی اور زبان کے حروف والفاظ اوران کی اصوات اور طریقہ اداء میں اگر کچھ فرق ہوجاتا ہے تو اس سے معنی اور مفہوم میں کچھ زیادہ بگاڑ نہیں پیدا ہوتا برخلاف اس کے کہ عربی زبان کے کسی حرف کا مخرج بدل جائے یا کسی حرف کی صفت میں تغیر ہوجائے یا بے موقع ادا کردیا جائے تو معنی میں زبردست تغیر ہوجاتا ہے۔ یا معنی لفظ بے معنی اور مہمل ہوکر رہ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ''یقنط'' اور ''قنطین'' کے صحیح تلفظ پر معنی ہوتا ہے۔ مایوس ہونا، لیکن اس لفظ میں طاء کی تفخیمی اور پُر ہونے والی صفت کو ترک کردینے سے معنی ہوجاتا ہے۔ اطاعت کرنا، لہٰذا اسی کو ذیل کی قرآنی آیت میں دیکھیے۔ ارشادِ باری ہے: ''قَالُوْا بَشَّرنٰکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقَانِطِیْنَ'' (سورہ الحجر ۱۵، آیت: ۵۵) (فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں اس لیے آپ ناامید نہ ہوں۔ اس آیت میں ''اَلْقٰنِطِیْنَ'' میں طاء کے بجائے تاء کا تلفظ ہوجائے یعنی طء کی صفت استعلاء نہ ادا ہو تو معنی ہوجائیں گے۔ آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں۔ اس لیے آپ کو عبادت گزاروں میں نہ ہونا چاہیئے۔ اس تغیر سے معنی کا فساد ظاہر ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ حروفِ قرآنیہ کی ادائیگی اور تلفظ کے سلسلے میں کسی طرح آزاد نہیں چھوڑا جاسکتا تھا، پھر یہ کہ قرآن کریم کلام الٰہی ہے۔ اللہ کی صفت ہے۔ اس کی ذات سے نکلا ہوا یہ کلام ہے۔ اس لیے اس کی تلاوت وقراءت کے لیے باقاعدہ اصول وضوابط مقرر ہوئے۔ ان اصول وضوابط کی رعایت سے حروفِ قرآنیہ کی ادائیگی ٹھیک اسی طرح ہوجاتی ہے جس طرح پیغمبر علیہ السلام پر نازل ہوئے اور انہیں اصول وقواعد کا نام علم تجوید ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآنِ کریم ترتیل کے ساتھ نازل فرمایا ہے: ''وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلاً'' (سورہ الفرقان ۲۵، آیت: ۳۲) اور ترتیل ہی کے ساتھ اس کی تلاوت وقراءت کا حکم بھی فرمایا ہے، ارشاد باری ہے: ''وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً'' (سورہ مزمل، آیت: ۴) یعنی قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔ ارشادِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''زینوا القرآن باصواتکم''۔ [۲] (قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت بخشو) اور پیغمبر علیہ السلام خوش الحانی سے خود بھی قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے تھے، نیز ارشادِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے: لیس منا من لم یتغن بالقرآن [۳] (وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن مجید کو اچھی آوازوں سے نہ پڑھے۔)

قرآن کی تلاوت کو انسان کے لیے عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے بغیر سمجھے ہوئے بھی اس کے مبارک الفاظ کی تلاوت پر بے پناہ حسنات اور اجر وثواب کا وعدہ فرمایا! ارشادِ رسالت ہے:

''من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر امثالها، لااقول الٓمٓ حرف ولكن الف حرف ولام حرف وميم حرف [۴] (جس نے پڑھا اللہ کی کتاب سے ایک حرف اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا ثواب دس گناہ ہے۔ میں نہیں کہتا ہوں کہ الف لام میم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے یعنی الف لام میم کہتے ہیں۔ تیس نیکیوں کا اجر ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''خيركم من تعلم القرآن وعلمه'' [۵] (تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔)

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ایک بڑی تعداد نے قرآن کریم خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ السلام سے پڑھا تھا اور پھر، ٹھیک اسی انداز پر حضرات صحابہؓ نے اپنے بعد تابعین حضرات کو پڑھایا، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے والوں کی فضیلت میں اگر صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو کافی تھی، مذکورہ حدیث بخاری کے راوی اوّل حضرت عثمانؓ بن عفان کے شاگرد اور آپ سے اس حدیث کی روایت کرنے والے حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمی اونچے درجہ کے بڑے کثیر العلم تابعی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: هذا الذى اقعدنى مقعدى هذا يشير الىٰ كونه جالسا فى المسجدالجامع بانكوفة الخ'' [۶] یعنی یہ وہ روایت ہے جس نے مجھے اس جگہ جامع کوفہ میں بٹھا رکھا ہے۔ اس حدیث کو سننے کے بعد نہایت کثیر العلم ہوتے ہوئے بھی سب مشاغل سے الگ ہوکر صرف قرآن کریم کی تعلیم کے لیے خود کو وقف کردیا اور اس کے بعد چالیس سال سے زیادہ طویل عرصہ تک قرآن کریم ہی پڑھایا اور حضرت ابوھریرہؓ کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی طرف اتنا متوجہ نہیں ہوتا جتنا کہ خوش آوازی سے قرآن پڑھنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ [۷]

مذکورہ بالا مختصر اشارات سے علم تجوید وقراءت کی اہمیت ضرورت، فوائد کا اندازہ ہوگیا ہوگا۔ چنانچہ یہ واضح ہوگیا کہ علم تجوید ہمیں اس بات کی تعلیم

دیتا ہے کہ حروف صحیح طریقے سے اور مقررہ مخارج سے ادا کیے جائیں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ قرآن مجید کی تلاوت اس کے حسن کے مطابق ہوگی اور انسان تلاوتِ قرآن مجید کے دوران ہر قسم کی غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں کامیابی وکامرانی نصیب ہوگی۔ بہت سے لوگ تلاوت اس زعم سے کرتے ہیں کہ وہ بہت اعلیٰ تلاوت کر رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کسی کے پاس جاکر سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ جو لوگ بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح تلاوت کر رہے ہیں۔ کافی اصلاح کے طالب تھے۔ واقعی جو شرف وفضیلت اور اہمیت علم تجوید کی ہے وہ اہل علم سے چھپی نہیں ہے۔ پھر بھی ہمارے اہلِ علم ہی اس علم کو سیکھ کر حکم خداوندی کے آگے کما حقہ ادائیگی کی سعی میں کوتاہ نظر آتے ہیں، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''رب قاری للقرآن والقرآن یلعنه'' [8] یعنی بعض لوگ قرآن کی تلاوت وقراءت اس حال میں کرتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ لہٰذا آج ہی اللہ تعالیٰ سے عہد کریں کہ روزانہ ایک رکوع یا چند قرآنی آیات تجوید کے قواعد کے مطابق پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں تجوید سے قرآن مجید پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن کو پڑھنے سمجھنے، عمل کرنے اور دوسروں تک اس کی تعلیم پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

﴿حوالے﴾

[1] جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ، جمع الجوامع او جامع الصغیر، جلد دوم، ص:۲۷۲، حدیث نمبر:۵۵۹، طبعۃ اولیٰ ۱۴۲۱ھ

[2] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد دوم، ص:۱۱۲۶، مطبع، اصح المطابع

[3] صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن، جلد: اول، ص:۲۶۸، مطبع، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

[4] محمد بن عیسیٰ، ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی من قرأ حرفا من القرآن ماله من الاجر، جلد دوم، ص:۱۱۵، مطبع کتب خانہ رشیدیہ، دہلی۔

[5] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه، جلددوم، ص:۷۵۲، مطبع، اصح المطابع۔

[6] الحافظ ابی الخیر الجزریؒ، النشر فی القراءات العشر، جلد اول، ص:۳۰، مطبع، دار الفکر

[7] سنن ابی داؤد، باب کیف یستحب الترتیل فی القراءة، ص:۲۵۳، مطبع محمدناصرالدین البانی۔

[8] ابن حاتم الرازی، تفسیر بالمأثور، جلد۵، ص:۲۵۹، حدیث نمبر۱۱۶۳۴، الطبع اول، ۱۴۲۷ھ، مطبع دار الکتاب العلمیۃ بیروت، لبنان۔ ☆☆

۱۔جامعة المفلحات کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد، لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ (2).L.K.G تا X مع متوسطہ وعالمیت (3) مختصر عالمیت (تین سالہ) دسویں پاس/فیل طالبات کے لئے (4) فضیلت (دوسالہ) داخلہ، تعلیم، قیام وطعام مفت (5) تدریب المعلمات والداعیات والمفتیات (ایک سالہ) برائے فاضلات، تعلیم، قیام وطعام مفت، ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طالبات جامعہ سند عالمیت سے اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے .B.A میں اور سند فضیلت سے .M.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔

فون نمبرات: 9963635354/8008492052/9346823387/7416536037

(2) **جامعة المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد، لڑکیوں کی عصری اسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: .L.K.G تا x **مع اسلامک اسٹڈیز** فون نمبرات: 8074001169/9177550406

(3) **جامعة الفلاح** شریف نگر، حیدرآباد لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ مع انگلش، سائنس، تلگو وحساب (2) مختصر عالمیت (تین سالہ) مع کمپیوٹر کورس برائے SSC طلبہ (3) فضیلت (دوسالہ) تعلیم قیام وطعام مفت، مع ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طلبہ جامعہ سند عالمیت سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے B.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔ فون نمبر: 9133428476/9502089170

(4) **فلاح انٹرنیشنل اسکول** شریف نگر، حیدرآباد، لڑکوں کی عصری واسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: Nursery تا x **مع حفظ یا عالمیت** فون نمبر: 9505872810/9133428476

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(5) **مرکز الأیتام** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اسکول وہاسٹل۔ انگلش میڈیم۔ جن لڑکے ولڑکیوں کی عمر 10 سال سے کم ہو اور والد یا والدہ کا انتقال ہوگیا ہو ان کے لئے تعلیم، قیام وطعام، کتب اور یونیفارم کے ساتھ طبی سہولیات کا مکمل انتظام ہے، جس میں سال بھر داخلے جاری ہیں۔

شعبہ جات (1) **حفظ وناظرہ** (2).L.K.G تا x **مع دینیات** فون نمبرات: 9000002154/8008492052

المعلن: شریف محمد بن غالب الیمانی الاشراف، رئیس الجامعات

رت جگا-اسباب وعلاج

سعید الرحمٰن بن نور العین سنابلی

رب تعالیٰ نے اس کائنات کی خلقت نہایت ہی عمدہ اور خوبصورت انداز سے کی ہے۔رب تعالیٰ نے ایک طرف جہاں زندہ مخلوقات کی ضرورتوں کی تکمیل،ان کے احتیاجات کی تکمیل کا انتظام اور مشکلات سے نجات کا نہایت ہی حکمت و دانائی کے ساتھ سامان مہیا کیا ہے، وہیں دوسری جانب زندہ مخلوقات کی فطرت کا بخوبی لحاظ کیا ہے،اللہ تعالیٰ نے اپنے جملہ احکامات وفرامین،اوامر ونواہی،ارشادات وہدایات میں مخلوقات کے نفوس اوران کے مزاج کی بالکلیہ پاسداری کی ہے،تاکہ نظام کائنات عمدہ ڈھنگ سے رواں دواں رہے اوراس میں کسی بھی طرح کی رکاوٹ، پریشانی، مصیبت اوراڑچن نہ آئے۔

دن ورات کی خلقت،روز وشب کی گردش اوران کی آمدورفت بھی،اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت ودانائی کے مظہر ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے مصالح کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے دن ورات کو بنایا ہے۔ایک انسان دن میں محنت ومشقت اورروزی کی تلاش میں دوڑ دھوپ کرتا ہےاوررات میں سکون واطمینان کے ساتھ آرام کرتا ہےاور آئندہ کے لئے اپنے جسم کوحرکت وعمل کے قابل بناتا ہے۔ربِ تعالیٰ کا دن ورات کےتعلق سے یہ انتظام اعلیٰ حکمت اورکمال دانائی کا عمدہ مظہر ہے، کیونکہ اگر قیامت تک دن ہی دن ہوا وررات کا وجود نہ ہوتو انسانی جسم محنت ومشقت سے تھک جائے اوراس کوچین وسکون نصیب نہ ہو،اسی طرح سے اگررات ہی رات ہو،دن کا وجود نہ ہوتو بھی انسانی زندگی فساد کا شکار ہوجائے اوراسے روزی وروٹی کی تلاش وجستجو میں دقتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے۔

زندگی کےنشو ونما اورفروغ کے لئے روشنی اور تاریکی یا دن ورات میں سے ہرایک کا یکے بعد دیگرے وجود امر بدیہی ہے، ان میں سے کسی ایک کا فقدان انسانی زندگی کے وجود کے لئے خطرناک ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کوتاکید فرمائی ہے کہ وہ دن ورات کی آمد پرتدبر وتفکر کریں،تاکہ انہیں ربِ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس ہواوراس کا شاکر وصابر بنیں،لیکن اکثر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اس طرح کی چیزوں پرغوروفکر سے تہی دامن رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:" قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ "

(سورۃ القصص/ ۷۱-۷۳) یعنی کہہ دیجئے کہ دیکھو تو سہی اگراللہ تعالیٰ تم پر قیامت تک رات ہی رات برابر کردے تو سوائے اللہ کے کون معبود ہے جو کہ تمہارے پاس روشنی لائے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ پوچھئے کہ یہ بھی بتادو کہ اگر قیامت تک اللہ تم پر دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود ہے جوتمہارے پاس رات لے آئے؟ جس میں تم آرام حاصل کرو، کیاتم دیکھ نہیں رہے ہو؟ اسی نے اپنے فضل وکرم سےتمہارے لئے دن ورات مقرر کردیئے ہیں تاکہ تم رات میں آرام کرواوردن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو، یہ اس لئے کہ تم شکرادا کرو۔

یہی رب تعالیٰ کا نظام ہے اور انسانوں کو چاہئے کہ اس کی پاسداری کیا کریں اور کائنات کو جس عمدہ ڈھنگ سے سجایا بسایا گیا ہے، اس کی عمدگی کو برقراررکھنے کے لئے جتن کریں اور کوشش کریں کہ دانستہ اور غیر دانستہ طور پرنظامِ کائنات کی خلاف ورزی کے مرتکب نہ ہوں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت اوراس کے نظام سے عدم اطمینان شمار ہوگا۔البتہ موجودہ ترقی یافتہ زمانہ کا انسانوں کی زندگیوں پر مختلف ناحیوں سے اثر ہوا ہے،نظامِ معیشت میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی اورخوردونوش کا معاملہ ہو کہ سونے کا مسئلہ،ان چیزوں کے تعلق سے واردکائنات کے نایاب اصولوں کے بدلے انسانوں نے سلبی اور مفاسد واضرار پرمبنی اصولوں کواختیار کرلئے ہیں۔جن میں ایک اہم خرابی رت جگا ہے۔یہ شہروں اور دیہاتوں میں سے ہرایک کی وباء بن چکی ہے،امیر ہو کہ غریب ہر شخص اس بیماری کا شکار ہوگیا ہے،جبکہ اگرہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کریں،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی انمول زندگیوں کے بیش قیمت لمحات کو پڑھیں،اسلافِ کرام کےتعلق سے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ نفوس قدسیہ نمازِ عشاء کی ادائیگی کے فوراً بعد سو جایا کرتے تھے اورتہجد کے لئے رات کا ایک حصہ خاص کرتے تھے اور پھر صبح سویرے اٹھ کر باجماعت نمازِ فجر ادا کیا کرتے تھے۔رمضان کے دنوں میں بھی یہی معمول ہوا کرتا تھا کہ تراویح کی نماز پڑھنے کے بعد سونے میں جلدی کیا کرتے تھے اوررات کے آخری حصے میں جاگ کر سحری کا اہتمام کیا کرتے تھے،لیکن چالیس پچاس سالوں سے رات میں بلاوجہ جاگنے اور نیند کوبرباد کرنے پھررات کے آخری حصہ سے لے کردن میں دوپہر تک سونے کی رسمِ بد پیدا ہوئی ہے،جس نے سماج کے بہت سارے افراد کواپنے نرغے میں لے لیا ہےاورکسان ہوں کہ بزنس مین،اساتذہ ہوں کہ طلباء،ڈاکٹرس ہوں کہ انجینئرس ہر

قسم کے لوگ اس مرض کے شکار ہیں۔ حدتو یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں مغربی کلچر سے مبہوت لوگ مختلف پارٹیز اور پروگرام اس رات ہی میں منعقد کرتے ہیں اور اسے فیشن اور موجودہ زمانے کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔

رت جگا کے اسباب:-

پوری دنیا میں لوگ اس مرض کے شکار ہیں۔ اگر ہم رت جگا کے اسباب کو تلاش کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس وباء کو عام ہونے کے پس پردہ مختلف وجوہات کارفرما ہیں، جن میں بعض اہم یہ ہیں:

۱- نظامِ غذا میں تبدیلی:- رت جگا کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ لوگوں نے نظامِ غذا کے اندر تبدیلی پیدا کردی ہے۔ عموما لوگ عشاء بعد شام کا کھانا کھاتے ہیں۔ ویسے کا اہتمام، عقیقہ کا اہتمام یا دیگر پارٹیز کا اہتمام عشاء کے بعد ہی کیا جانے لگا ہے، بلاشبہ اگر کوئی انسان عشاء کے بعد کھانا کھاتا ہے تو پھر وہ لامحالہ رت جگا کا شکار ہوگا، خصوصا پارٹیز کے موقع سے داعی مدعو میں سے سبھی اس میں مبتلا ہوں گے۔

۲- رت جگا کے لئے معاون نوع بہ نوع ایجاد شدہ جدید ٹیکنالوجی کا وجود:- موجودہ دور سائنسی دور کہلاتا ہے۔ سائنسی ایجادات نے دنیا کو گلوب ولیج کا روپ دے دیا ہے۔ ان ایجادات نے جہاں انسانی زندگی کے اندر حددرجہ آسانی پیدا فرمائی ہیں، وہیں ان کے بعض سلبی اور منفی اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں بے شمار ایسے انکشافات موجود ہیں جو کہ رت جگا کا سبب بنتے ہیں، ان کی وجہ سے رات رات بھر خرید وفروخت ہوتے ہیں، لوگ ان بازاروں کا حصہ بنتے ہیں، بعض لوگ ضرورت کے پیشِ نظر تو بعض لوگ محض مارکیٹنگ کا شوق پورا کرنے کے لئے، ہر صورت میں برقی ایجادات ہوں کہ ایکسپورٹ کی چیزوں کا انکشاف، انسانی زندگی پر نمایاں چھاپ چھوڑے ہیں اور بعض حضرات تو ان بازاروں میں محض اس مقصد سے گھومتے نظر آتے ہیں کہ دن میں گرمی ہوتی ہے، چنانچہ ہم رات کی برودت اور ٹھنڈک کی وجہ سے اس وقت بازار جارہے ہیں۔ یہ بھی رت جگا کا ایک اہم سبب ہے۔

۳- سنی، دیکھی یا پڑھی جانے والے نو ایجاد چیزوں کا وجود:- رت جگا کا ایک اہم سبب ان آلات کی ایجاد ہے جو عقیدہ واخلاق اور عفت و پاکدامنی کے لئے زہر ہلاہل ہیں، جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور موبائل وغیرہ، یہ نو ایجاد آلات جہاں ایک طرف ایمان وعقیدہ کے لئے زہر ہلاہل ہیں اور اسلام مخالف سرگرمیوں میں پیش پیش ہیں، وہیں انسانوں کی زندگی اور اس سے وابستہ نظام کے لئے حددرجہ نقصان دہ ہیں۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ہے کہ لوگ ٹیلی ویژن پر آنے والے مختلف پروگراموں کو دیکھنے کے شوق میں یا انٹرنیٹ پر فیس بک، ٹوئٹر، آرکٹ وغیرہ جیسے عوامی رابطہ کی سائٹوں پر گھنٹوں گھنٹوں ضائع کردیتے ہیں نیز موبائل کے مختلف اپلیکیشنس پر وقت برباد کرتے ہیں اور غلط غلط شوق پورا کرنے کے شوق میں اپنا دین وایمان ضائع کرتے ہیں، اس طرح مختلف خرابیوں کے ساتھ رت جگا جیسی بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔

۴- مغربی کلچر پر فریفتگی اور اس سے دیوانہ وار لگاؤ:- مغربی کلچر کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں الٰہی قوانین سے بغاوت، نظامِ فطرت سے تصادم اور نام نہاد فیشن کے فروغ کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ چنانچہ رت جگا بھی مغربی کلچر وتہذیب کی علامت ہے۔ پوری دنیا کے لوگوں نے رت جگا کی وباء کو مغربی اقوام سے اخذ کیا، کیونکہ مغربی اقوام میں بے شمار ایسی عاداتِ قبیحہ پائی جاتی ہیں جیسے رات میں مختلف پارٹیوں کا انعقاد، مختلف میٹنگوں کا انعقاد اور مختلف سرگرمیاں جو رت جگا کا سبب بنتی ہیں۔

اس کے علاوہ بے شمار ایسے اسباب وعلل ہیں، جو کہ موجودہ زمانے میں رت جگا کا سبب بنتے ہیں اور جن کی وجہ سے لوگ اس سنگین وباء کا شکار ہوتے ہیں۔

رت جگا ، اسلام کی نظر میں:-

بلاشبہ رات میں لمبی لمبی دیر تک جاگنا یا مسلسل کئی راتوں کی بیداری کرنا، اسلامی تعلیمات واحکامات، نبوی فرامین وارشادات اور صحابہ کرام کے طرز تعامل اور طریقۂ اتباع کے برخلاف ہے۔ اسی طرح سے یہ عمل طبی قاعدوں، صحت کے اصولوں، نفسیاتی بنیادوں اور معاشرتی قوانین کے مخالف ہے۔ اہل علم نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ مباح قیل وقال، قصہ گوئی وغیرہ جیسی چیزوں کے لئے رت جگا کرنا مکروہ عمل ہے، چنانچہ ہمیں سوچنا چاہئے کہ جب مباح کاموں کی غرض سے رت جگا کرنا مکروہ ہے تو پھر حرام پارٹیوں جیسے ناچ گانوں، ڈانس وغیرہ کی پارٹیوں میں شرکت کے مقصد سے رت جگا کرنا، ٹیلی ویژن پر حیاء سوز اور انسانیت سوز پروگراموں کو دیکھنے کے مقصد سے جاگنا، انٹرنیٹ پر حرام کاری کرنے کے مقصد سے رات کے سکون واطمینان کو بالائے طاق رکھنا، نیز فسق وفجور، غیبت وچغل خوری کی خاطر رات میں نہ سونا، سنگین طور پر حرام ہوگا۔ (ریاض الصالحین للنووی، ص/ 485، فتح الباری لابن حجر العسقلانی ۲/۷۳)

رت جگا کو انہی صورتوں میں مستحسن، مندوب یا واجب قرار دیا جاسکتا ہے، جبکہ شرعی دلیلوں اور شواہد سے ثابت ہو، جیسا کہ تہجد کی نماز کے لئے جاگنا، مطالعہ یا پڑھائی کے مقصد سے جاگنا، سرحد کی حفاظت کے مقصد سے شب بیداری کرنا یا امت کے مصالح کی خاطر یا عام منفعت کے حصول کے مقصد سے جاگنا وغیرہ۔ یہ سبھی صورتیں مستحسن ہیں اور ان سبھی امور کے لئے شریعت نے رات میں جاگنے کی اجازت دی ہے اور ایسے افراد کے تعلق سے بتایا ہے کہ ان کی شب بیداری بھی باعث ثواب ہے، کیونکہ ایسی صورت میں رت جگا سے ہونے والا نقصان منفعت سے زیادہ ہے۔

رت جگا کے برے اثرات:- بلاشبہ بلا کسی شرعی مقصد کے رت جگا

کرنا ایک وباء ہے اور انسانی نفس، صحت، انسان کی معاشرتی زندگی اور اس کے اقتصاد پر سنگین اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ رت جگا کی وجہ سے انسان مختلف نفسیاتی بیماریوں مثلاً بے چینی، الجھن اور دن میں سکون کے فقدان کا شکار ہو جاتا ہے، کیونکہ اس مرض کا شکار شخص بے دردی سے وقت برباد کرتا ہے اور نہایت ہی اضطراب و پریشانی کے عالم میں جیتا ہے اور وہ زندگی کے زریں لمحات کی قدر نہیں جانتا۔

رت جگا معاشرتی زندگی پر نہایت برا اثر ڈالتا ہے، اس وباء سے انسانی سماج و معاشرہ کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جن خاندانوں اور سماج ومعاشرے میں رت جگا کی وباء پائی جاتی ہے، وہاں لوگ کسی ایک نظام کے پابند نہیں ہوتے ہیں، ان کے سونے جاگنے کا وقت جداگانہ ہوتا ہے، کھانے پینے کے اوقات الگ الگ ہوتے ہیں، چنانچہ کوئی گھر میں کھاتا ہے تو کوئی گھر سے باہر، کوئی عشاء سے پہلے کھاتا ہے تو کوئی آدھی رات کو، کوئی جلدی سو جاتا ہے تو کوئی نفسانی خواہشات کا بندہ بن کر اپنا قیمتی وقت ٹیلی ویژن پر برباد کر دیتا ہے۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی آتی ہے کہ رت جگا کا شکار شخص اپنے بال بچوں کا حق نہیں ادا کر پاتا ہے، ایسے لوگ بال بچوں کو چھوڑ کر کلبوں، ڈسکو اور دیگر حرام کاری کے اڈوں پر دیر رات تک جاگتے ہیں اور بال بچوں کے ساتھ کم ہی وقت گزار پاتے ہیں۔

طبی ناحیہ سے بلا وجہ دیر رات تک جاگنا مختلف بیماریوں کی جڑ ہے۔ جدید میڈیکل سائنس کی مختلف تحقیقات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اگر کوئی مسلسل دیر رات تک جاگتا ہے اور رات کے آخری پہر سے دن تک سوتا ہے تو ایسی صورت میں وہ انسان مختلف عصباتی اور نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف ماہر ڈاکٹروں اور تجربہ کار اطباء نے بے شمار حیران کن اعداد و شمار پیش کئے ہیں اور تمام نے جلدی سونے کی تاکید فرمائی ہے۔ جن میں چند بیماریوں کے نام یہ ہیں:

(۱) جسمانی کمزوری، کیونکہ انسان اپنے جسم کو راحت و سکون کے وقت میں بھی عمل ونشاط کے لئے مجبور کرتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جسم کے کل پرزے کمزور ہو جاتے ہیں اور انسانی جسم کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۲) جہازِ مناعہ (The Immune System) کی بربادی یعنی جسم میں موجود امراض سے لڑنے والی چیز پر اثر انداز ہوتا ہے۔

(۳) جسم کے وزن میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔

(۴) رت جگا کی وجہ سے انسان دل کی بیماریوں کا شکار ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے دل کا دورہ جیسی سنگین بیماری پہنچتی ہے۔

اس کے علاوہ، رت جگا کرنا اقتصادی ناحیہ سے بھی مضر ہے، اس مضرت اور نقصان کے کئی ساری وجوہات ہیں:

۱- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے کہ سحر کا وقت نہایت ہی بابرکت ہے۔ (سنن ابوداود/ 2606، ترمذی/ 1212، سنن ابن ماجہ/ 2236، مسند احمد 24/ 171) اگر کوئی انسان اس بابرکت وقت کو رت جگا کی وجہ سے فوت کر دیتا ہے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ رت جگا اقتصادی ناحیہ سے بھی حد درجہ نقصان دہ ہے۔

۲- شریعت اسلامیہ نے اتحاد و اتفاق کو برکت کی وجہ قرار دیا ہے۔ اگر ہم اتحاد و اتفاق کرتے ہیں اور ایک ساتھ مل کر کھاتے ہیں تو ایسی صورت میں الٰہی برکت کا نزول ہوتا ہے، لیکن رت جگا کی وجہ سے لوگ الگ الگ اور مختلف اوقات اور جداگانہ مقامات میں کھاتے ہیں، جس کی وجہ سے اس برکت سے محروم رہتے ہیں اور یہاں بھی اقتصادی ناحیہ سے نقصان اٹھاتے ہیں۔

اس کے سوا، رت جگا میں بے شمار شرعی تعلیمات کی مخالفت ہوتی ہے، جیسے کہ اسلام میں صبح سویرے نیند سے بیدار ہونے اور باجماعت فجر کی نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز رات کو لباس و جائے آرام وسکون اور دن کو روزی روٹی کی تلاش کا محل قرار دیا گیا ہے، جبکہ دیر رات تک جگنے والا انسان اپنے عمل سے، اس چیز کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس کے سوا راتوں کو دیر تک جاگنے والا شخص دن کے پہلے پہر میں سوتا ہے جو کہ حد درجہ نقصان دہ ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ نمازِ فجر کے بعد سے دس گیارہ بجے تک سونا صحت انسانی کے لئے حد درجہ مضر ہے، اس سے جسم ڈھیلا پڑ جاتا ہے، سستی چھا جاتی ہے اور وہ فضلات برباد ہو جاتے ہیں، جنہیں حرکت ونشاط کے ذریعہ تحلیل ہونا چاہئے۔

رت جگا جیسی ناسور سے نجات کے طریقے:

موجودہ زمانے میں رت جگا ایک ناسور بن چکا ہے۔ ہر طبقے کے افراد، اس کے شکار ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں، ہمارے معاشرے سے ندارد ہیں اور کسی بھی معاشرے سے رحمتِ الٰہی کا فقدان، نہ صرف یہ کہ اس معاشرے کو جہنم کدہ بنا دیتا ہے بلکہ وہ معاشرہ ہر لحاظ سے مفلوج ومفلوک اور فکری آوارگی کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ یہ چیز موجودہ وقت میں ناسور بن گئی ہے، لیکن کیا کچھ ایسے ذرائع اور اسباب ہیں، جنہیں اختیار کر کے ہم، اس ناسور سے نجات پا سکتے ہیں اور الٰہی رحمتوں کے رخ کو اپنے معاشرے کی جانب موڑ سکتے ہیں یا پھر یہ لاعلاج بیماری ہے اور اس کے سدباب کا کوئی ذریعہ اور طریقہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی گزارش یہ ہے کہ یہ ناسور ہے لیکن لاعلاج نہیں بلکہ اس کا علاج ممکن ہے۔ علمائے کرام نے ایسے بے شمار نسخے بتائے ہیں، جنہیں اپنا کر ہم فالتو کاموں میں دیر رات بیدار رہنے یا رات جگا کرنے سے بچ سکتے ہیں۔ ان میں سے چند نسخے درج ذیل ہیں:

۱- اسلامی احکامات کی پاسداری، اس کے ہدایات وتوضیحات وتعلیمات کا مکمل

پاس ولحاظ:-اگر انسان اسلامی احکامات کی پاسداری کرتا ہے اور اپنی زندگی میں مذہبِ اسلام کے اصول وضوابط اور اس کے تعلیمات وتوضیحات کو نافذ کرتا ہے تو فالتو کاموں میں اپنی رات کو برباد نہیں کرسکتا ہے۔ایسا شخص زندگی کے جملہ شعبوں اور گوشوں کے لئے ہمہ وقت کتاب وسنت کے نصوص کو تلاش کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے اس کا کوئی بھی قدم روشن اسلامی ہدایات کے خلاف نہ ہو۔چنانچہ وہ اس ضمن میں کتاب وسنت کے نصوص کو پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’وَّ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ‘‘،یعنی اللہ تعالیٰ نے رات کو آرام وسکون کا سامان اور دن کو ذریعۂ معاش بنایا۔اسی طرح ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند کیا کرتے تھے۔(صحیح بخاری/568،صحیح مسلم/647)تو وہ اپنی زندگی کو یہ اور اس جیسی نصوص کے موافق ڈھالتا ہے اور پھر رات کے آخری پہر میں بیدار ہوکر تہجد اور فجر کی نماز ادا کرتا ہے۔

ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث کے تعلق سے علماء کرام نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کو اس وجہ سے ناپسند کیا کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بات چیت رت جگا کا سبب بنے،جس کی وجہ سے انسان تہجد کی نماز یا فجر کی نماز کو ادا کرنے میں کوتاہی برتنے لگے یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دیر رات تک بات چیت دینی ودنیاوی کاز میں سستی کا سبب بنتا ہے،یہی وجہ ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔

یہ گفتگو اس صورت میں مکروہ اور نامناسب ہے جبکہ انسان غیر مفید اور بے کار کی باتوں میں جاگ کر نیند گزار دے،البتہ اگر اس میں کوئی مصلحت ہو جیسا کہ علمی مجلس لگی ہو یا علمی مجلس جس میں اسلامی باتیں ہو رہی ہوں،صحابہ کرام یا اسلاف کرام کے سبق آموز قصے بیان کئے جارہے ہوں یا انسان دلجوئی کی خاطر اپنے بال بچوں سے گفتگو کررہا ہو یا نیک کاموں کا حکم دے رہا ہو،کسی برائی سے روک رہا ہو،نزاعی مسائل کا تصفیہ کررہا ہو یا دو فریق کے مابین اصلاح کی کوشش کررہا ہو تو ایسی صورت میں عشاء کی نماز کے بعد ان کاموں کو انجام دیا جاسکتا ہے،کیونکہ مختلف نصوص سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں کو عشاء کی نماز کے بعد انجام دیا ہے۔

۲-اجتماعی تبدیلی کے لئے ضروری ہے کہ حکومت اس تعلق سے دخل اندازی کرے اور کام کاز کے لئے موزوں وقت کی تعیین کرے کہ آفسز صبح سے شروع ہوں اور شام تک بند ہوجائیں،کیونکہ یہی برکت کا ذریعہ ہے۔

اس ناسور کو معاشرے سے ختم کرنے کے ضمن میں سب سے اہم اور ضروری چیز یہ ہے کہ حکومتیں اس تعلق سے سنجیدہ ہوں اور سرکاری و پرائیویٹ ہر طرح کے اداروں میں کام کاز کے لئے وقت کا تعین کریں،اسکول ہوں کہ آفسز،کال سنٹرس ہوں کہ بڑے بڑے کارخانے،اس تعلق سے ایک مناسب قانون وضع کیا جائے کہ انسانی زندگی ٹھپ بھی نہ پڑے اور اس مرض کو روکا بھی جاسکے۔کیونکہ اگر ایسا ہوگیا تو ہر انسان رات میں جلدی سونے اور صبح جلدی بیدار ہونے کی عادت ڈالے گا۔اس چیز کو انسان چڑیوں سے سمجھ سکتا ہے کہ وہ صبح جگتی ہیں اور اپنی روزی کی تلاش میں رواں دواں ہوجاتی ہیں اور ان کا توکل الٰہی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ شام ہوتے ہی اپنے گھونسلوں میں لوٹ آتی ہیں۔انسان کو بے جان چڑیوں سے سیکھنا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کا پاس ولحاظ رکھتی ہیں،جبکہ انسانوں نے اس کو ردوبدل کا شکار بنادیا ہے۔

یہی نہیں،آفسز کے سوا بازاروں کا بھی وقت متعین ہونا چاہئے کہ سال کے ہر دن یہ نو بجے رات تک ہی کھلے رہ سکتے ہیں،البتہ دواخانوں،ہاسپٹلس اور دیگر ضروری اشیاء کو اس سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے،کیونکہ یہ چیزیں معاشرہ کی ضرورت ہیں۔دیر رات تک بازاروں کا کھلے رہنا بھی اس ناسور کے پھیلاؤ کا سبب رہا ہے۔چنانچہ اگر حکومتوں نے ایسا کرلیا تو یقین جانئے کہ یہ ناسور بہت حد تک اپنی خول میں بند ہوسکتا ہے اور اس پر کنٹرول حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۳-اس ناسور کو ختم کرنے میں ہم اپنی انفرادی ذمہ داریوں کو نبھائیں:

جہاں تک اس ناسور کو ختم کرنے میں انفرادی ذمہ داریوں کی بات ہے تو اس سلسلے میں ہم سبھوں کی ذمہ داری ہے کہ ہم اس ناسور کو ختم کرنے میں سنجیدہ بنیں،سب سے پہلے اپنے آپ سے شروع کریں اور خود کو اس بات کا عادی بنائیں کہ عشاء کی نماز کے بعد جلد سوجائیں اور صبح جلد اٹھیں،تاکہ خیر وبرکت سے محظوظ ہوں۔

نیز گھر کے ذمہ داران پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نہایت ہی عمدہ ڈھنگ سے اسلامی بنیادوں پر اپنے ماتحتوں کی پرورش کریں،کیونکہ بچوں،بچیوں اور عورتوں کا دیر رات گھر سے باہر رہنا نہایت ہی سنگین ہے اور وقت رہتے ان پر کنٹرول کرنے کے ضمن میں سنجیدہ کوششیں نہ کی گئیں تو پھر پشیمانی کا سبب بن سکتا ہے۔چنانچہ والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کے تعلق سے نہایت حکمت ودانائی کے ساتھ اپنی کوششیں صرف کریں،تاکہ ہر گھر سے یہ مرض ختم ہو اور ماحول ومعاشرہ سے یہ بیماری عنقاء ہوجائے۔

یہ رہے رت جگا جیسی ناسور کے تعلق سے چند گزارشات،جنہیں از راہ نصح لکھا گیا کہ شاید ان کو رب تعالیٰ سودمند بنادے اور اللہ تعالیٰ ہم افرادِ امت کو ان مختلف برائیوں اور خرابیوں سے بچالے،جو اس ناسور کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔**اللهم احفظنا من کل بلاء و مکروہ و اهدنا ما کان فیه صلاح لنا فی دیننا و دنیانا۔**

☆☆☆

یورپ میں مسلمان

عربی سے ترجمہ: عبدالمنان شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

دنیا بھر میں پائی جانے والی اقلیتوں کے سلسلے میں ہوئے سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ براعظم یورپ میں مسلمانوں کی تعداد ساڑھے چار کروڑ ہے۔اس میں سے زیادہ تر آبادی بلقان کے علاقے میں پائی جاتی ہے۔اسی طرح یہ بات بھی اس مطالعے سے معلوم ہوئی ہے کہ یورپین سوسائٹیوں میں بدترین اور اسلام سے سب سے زیادہ ناآشنا ملک یونان ہے۔اس کے بعد سلووینیا کا نمبر آتا ہے جو کہ واحد ایسا ملک ہے جس میں مسلمانوں کی کوئی باقاعدہ مسجد نہیں ہے۔

''امتیازی سلوک کے خلاف سب کے لیے انصاف'' نامی تنظیم جو دنیا بھر میں پائی جانے والی اقلیتوں کے دفاع کا کردار ادا کرنے کے لیے خاص ہے نے اپنے ایک سروے میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یورپ میں مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور گذشتہ دس سالوں میں وہ اپنی سوسائٹیز میں نمایاں طور پر اثر انداز ہوئی ہے نیز اسلام یورپین ممالک میں دوسرا سب سے بڑا اور سرکاری طور پر تسلیم شدہ مذہب مانا جانے لگا ہے۔

یورپ کی اصل حدود جس میں روس کا حصہ بھی شامل ہے لیکن ترکی کا یورپین حصہ اس سے خارج ہے کے سروے میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی آبادی ساڑھے چار کروڑ سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے اور ان کی زیادہ تر آبادی بلقان کے علاقے میں ہے۔جہاں تین یورپین ممالک میں مسلمان اکثریت میں ہیں یعنی مسلمان کوسوو میں ۹۰ فیصد، اس کے بعد البانیا میں ۸۰ فیصد پھر بوسنیا ہرزیگوینا میں ۵۵ فیصد ہیں۔بوسنیا ہرزیگوینا کے بعد سب سے زیادہ مسلمان سابق یوگوسلاویہ کی ریاست مقدونیا میں ۴۰ فیصد اور اس کے بعد مونٹینگرو میں ۲۰ فیصد ہیں۔آخر الذکر دونوں ریاستوں کے مسلمان البانوی اور بوسنوی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر طرح سے وہاں کی سوسائٹی میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں، حتی کہ انہیں کم از کم دو وزارتیں دئے بغیر وہاں کوئی حکومت تشکیل نہیں پاسکتی۔

بلقان کا علاقہ جسے دوسرے لفظوں میں مشرقی یورپ بھی کہا جاتا ہے میں یورپین نسل کے مسلمانوں کی تعداد نوے لاکھ ہے۔وہیں یورپ کا جو علاقہ روس کا حصہ ہے اس میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد ایک کروڑ ستر لاکھ اور روس کی مجموعی آبادی کا ۱۲ فیصد ہے۔لیکن بڑی آبادی اور وہاں کے اصلی باشندے ہونے کے تناسب سے اس کا کوئی خاص اثر ورسوخ نہیں ہے۔

بلغاریہ کے مسلمانوں کی تعداد ۲۱ لاکھ اور ملک کی مجموعی آبادی کا ۱۴ فیصد ہے، جن کی ۱۹۹۱ء سے لے کر اب تک پارلیمنٹ اور حکومت میں خاطر خواہ نمائندگی ہے۔

سروے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ مغربی یورپ میں مسلمانوں کا تناسب، موجودگی اور سیاسی وسماجی اعتبار سے ان دقیانوسی تصورات کے باوجود کہ وہ ستم رسیدہ ہیں مسلسل بڑھ رہا ہے۔مثلاً ہالینڈ میں ایک بہت بڑا نسل پرست گروپ ہے جو اسلام کا مخالف ہے۔وہیں اس کے برخلاف وہاں کے شہر روٹرڈیم میونسپل کارپوریشن کے میئر ایک مسلمان ہیں اور ان لوگوں میں سے منتخب ہوکر آئے ہیں جن کی اکثریت عیسائیوں کی ہے۔واضح ہو کہ روٹرڈیم ملک کی تجارتی راجدھانی ہے۔

سروے میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ پورے ہالینڈ میں مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ ہے جو مجموعی آبادی کا چھ فیصد ہے۔ہالینڈ کی راجدھانی امسٹرڈم جو سب سے بڑا شہر ہے میں ۲۵ فیصد مسلمان آباد ہیں۔مسلمانوں کا یہی تناسب فرانس کے شہر مرسیلی اور جورڈن کے شہر مالمو میں ہے جبکہ یہ سارے مسلمان یورپین براعظم کے باہر سے آنے والے مہاجرین ہیں۔سروے میں کہا گیا ہے کہ ہالینڈ مسلمانوں کے لیے کھلے پن کی ایک مثال ہے اور یہاں ہالینڈ کے تمام شہروں کی پارلیمانی اور نمائندہ باڈیز میں مسلمان پائے جاتے ہیں۔

سروے میں اس بات کی بھی تحدید ہے کہ ہالینڈ کے قانون کے مطابق دین اور قومیت کے نقطۂ نظر سے امتیاز ممنوع ہے۔دیکھا گیا ہے کہ ہالینڈ کے تمام فوجی سیکٹرز میں بشمول ہوائی، بحری، بری خاطر خواہ مسلمان موجود ہیں۔فوج میں دو اماموں کی بھرتی بھی ہوئی ہے۔سروے کے مطابق ہالینڈ کی مجموعی ۶۰ ہزار فوج میں پانچ ہزار مسلم فوجی ہیں۔ملٹری کیمپ کے اندر حال ہی میں دو مسجدیں بھی تعمیر ہوئی ہیں۔

سروے کے مطابق فرانس میں مسلمانوں کی تعداد کسی بھی مغربی یورپ کے ملک کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ان کی تعداد پچاس لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔کوئی بھی تشکیل شدہ فرانسیسی حکومت کم از کم ایک وزیر سے بھی خالی نہیں رہی۔فرانس کے بعد سب سے زیادہ مسلمانوں کی آبادی جرمنی میں پائی جاتی ہے۔یہاں مسلمانوں کی تعداد ۴۰ لاکھ ہے۔اثر ورسوخ کے اعتبار سے تیسری سب سے بڑی پارٹی (خضر پارٹی) کا صدر ایک مسلمان شخص ہے جس کا تعلق ترکی نسل سے ہے۔برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد ۳۰ لاکھ تک پہنچ گئی ہے جو سیاسی، اقتصادی، ثقافتی، صحافتی ہر حیثیت سے بااثر ورسوخ ہیں۔یہاں حکومت کی تمام اہم باڈیز بشمول ہاؤس آف لارڈس میں مسلمانوں کی نمائندگی ہے۔مذکورہ ہاؤس میں پاکستانی نژاد خاتون موجود ہیں۔

سروے میں کہا گیا ہے کہ مغرب کے اندر برطانیہ میں مسلمان بہت ہی اثر ورسوخ کے مالک ہیں جبکہ یہاں کی بڑی سیاسی پارٹیوں مثلاً لیبر پارٹی، قدامت پرست پارٹی، لبرل پارٹی سبھی کی قیادت میں مسلمان موجود ہیں۔سروے میں بھی اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مغربی یورپ میں مسلمانوں کی موجودگی اور اثر ورسوخ بڑھ رہا ہے۔جبکہ اس کے برعکس مشرقی یورپ میں تعصب، تشدد، نسل پرستی کی لہریں روز افزوں ہیں کیونکہ سابقہ کمیونزم کے زمانے میں جن سوسائٹیز پر پابندی عائد کردی گئی تھی ان کے اندر قومیت کا غلبہ اور دینی تشدد کا عنصر پیدا ہوگیا۔

سروے میں نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ یورپ کی بدترین سوسائٹیاں اور اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں منفی سوچ رکھنے والا ملک یونان پھر سلووینیا ہیں۔سلووینیا کے اندر باقاعدہ کوئی مسجد نہیں ہے۔ (بشکریہ ماہنامہ امتی، کویت (شمارہ:۱۰۱)

ڈاکٹر ابو الحیات اشرف (9810699121)

آزادی اظہار رائے کے نام پر دل آزاری

مضمون میں پیش کئے گئے خیالات ذاتی ہیں

سہ روزہ ''دعوت'' دہلی کا کثیر الاشاعت اردو اخبار ہے جو سنجیدہ حلقوں میں پڑھا جاتا ہے۔ 1953 سے صحافتی خدمات میں مصروف عمل ہے۔

سہ روزہ دعوت خود اپنے بارے میں رقمطراز ہے: ''ہندوستان میں تحریک کے ترجمان کے طور پر دعوت اخبار نے 1953 سے دعوت اسلامی کے فروغ میں جو اہم کردار نبھایا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے......اس کی ابتداء ہفتہ وار سے ہوئی پھر سہ روزہ بنا، اس کے بعد روز نامہ ہوا......روز نامہ اور ہفت روزہ تو نامساعد حالات کا شکار ہو کر بند ہو گئے مگر اب بھی سہ روزہ دعوت اپنے معیار کو بلند کرتا ہوا شائع ہو رہا ہے...... اسے فخر ہے کہ اس کی آبیاری اصغر علی عابدی، محمد مسلم، محفوظ الرحمٰن اور سلمان ندوی نے کی ہے اور پرواز رحمانی کی نگرانی میں یہ ہنوز ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔'' (سہ روزہ دعوت، 19/ اکتوبر 2015، ص:5)

راقم الحروف عرصہ دراز سے اس کا قاری رہا ہے اور اپنے تجربہ کی روشنی میں یہ کلمات ضبط تحریر کر رہا ہے۔ اپنی بہت سی خصوصیات کے باوجود کبھی کبھی سہ روزہ دعوت میں ''خبر و نظر'' کا کالم طنزیہ وتحقیری اور تضاد پر مبنی ہوتا ہے جس کو پڑھ کر تکلیف ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر ایک مجلس میں تین طلاق کا مسئلہ ہے۔ 22 اگست 2017 میں سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا۔ فیصلہ مسلم پرسنل لاء کے (جو ہندوستانی مسلمانوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے) مطابق نہیں آیا پانچ رکنی آئینی بنچ نے دو کے مقابلہ میں تین کی اکثریت سے ایک بار میں تین طلاق پر روک لگادی اور حکومت سے کہہ دیا کہ وہ چھ ماہ کے اندر اس کا قانون بنائے جب تک کورٹ کا فیصلہ نافذ رہے گا۔ اس فیصلہ پر ہر کوئی اپنے اپنے طور پر تبصرہ کرتا رہا۔

سہ روزہ دعوت نئی دہلی مورخہ یکم ستمبر 2017 نے ''خبر و نظر'' کے کالم میں ''جب سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا'' کے تحت رقمطراز ہوا:

''اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ طلاق ثلاثہ کے سلسلہ میں خود ملت کے اندر دو آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک طبقہ ہے جو بیک وقت تین یا اس سے زیادہ بار طلاق کو ایک ہی تصور کرتا ہے اور اس کے پاس قرآن وسنت سے دلائل بھی ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ اس طبقہ کے کچھ ذمہ داروں نے یہ بیان دیا کہ یہ ہمارا اندرونی مسئلہ ہے جس میں حکومت یا عدالت دخل اندازی نہیں کرسکتی۔ لیکن یہ پیغام جس انداز میں اور جس پیمانہ پر ارباب اقتدار، عوام الناس اور عدلیہ تک پہنچنا چاہئے تھا نہیں پہنچ سکا اور جج صاحبان نے یہ جو کہا ہے کہ ''طلاق ثلاثہ غیر اسلامی ہے'' تو غالباً ان ہی لوگوں کے بیانات کی بنیاد پر کہا ہے''۔ (سہ روزہ دعوت، نئی دہلی یکم ستمبر 2017)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند قرآن وسنت کی بنیاد پر 1906 سے توحید و رسالت، آخرت کی جوابدہی کا احساس، سیرت رسول، دینی شعائر، اخلاقی تعلیمات، تربیتی نظام، اصلاح معاشرہ پر کانفرنسیں، سمپوزیم، مذاکرے، ماہانہ میٹنگیں کرتی رہی ہے۔ سماجی سطح پر رواداری، اخوت، امن ومحبت، غیر مسلموں سے تعلقات، احترام انسانیت، اسلامی اصول صحت، اور آلودگی و کثافت سے پاک نظام زندگی جیسے موضوعات پر تحریر وتقریر کے ذریعہ حق کی اشاعت کرتی رہی ہے۔ مزید برآں اسلام کے نام پر فسادی قوتوں کی سرکوبی یہاں تک کہ دہشت گردی جیسے معاصر فتنہ سے آگاہی اور تشدد سے بچنے کی دعوت اولیت واہمیت کے ساتھ دیتی رہی ہے۔

اللہ نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو انسانیت کی خدمت، آفت رسیدہ لوگوں کی مدد اور امن کے پیغام کو عام کرنے کے لیے موقع فراہم کیا۔ جسے وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنے میں مصروف ہے۔ یہ بھی مرکزی جمعیت کا امتیاز ہے کہ وہ دیگر ملی تنظیموں، جماعتوں و جمعیتوں کے ساتھ مودت و رحمت کے ذریعہ آپسی تعلقات کو مضبوط کرتی ہے۔ ملکی وملی مسائل میں ایک دوسرے سے تعاون کرتی ہے اور سخت ترین حالات میں بھی ان کے ساتھ لطف وعنایت کا برتاؤ کرتی ہے۔ اور ان کے ساتھ اتحاد اور یکجہتی کا مظاہرہ کرتی ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ ہندوستانی مسلمانوں کا ایک مشترکہ پلیٹ فارم ہے جس میں مختلف مسالک کی نمائندگی بھی پائی جاتی ہے۔ جو اسلامی قوانین، اسلامی تہذیب واسلامی شناخت کی بقا وتحفظ کے لیے سعی کرتا ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ پر مکمل اعتماد کرتی ہے اور ملی اتحاد کا مظاہر کرتی رہی ہے۔ طلاق ثلاثہ کے مسئلہ پر، مسلکی اختلاف کے باوجود، جمعیت نے مدبرانہ قیادت کا مظاہرہ کیا اور بورڈ کے موقف کا مکمل حمایتی رہی اور مسلک وفروعی اختلافات کی بنیاد پر تقسیم ہونے کے بجائے اتحاد کا ثبوت دیتی رہی۔ تاکہ کسی کو مسلمانوں کے قوانین پر شب خون مارنے کا موقع نہ ملے۔ ہم کون ہوتے ہیں جو سپریم کورٹ کے جج صاحبان کو اپنے موقف کی حمایت کے لیے متاثر کرسکیں یا حکومت ہند کے قانونی ادارہ کو اپنے موقف کی تائید میں کھڑا کرسکیں؟ یہ تبصرہ تضادات اور تلبیسات کا پلندہ ہے اس میں بڑی ہوشیاری اور ڈھٹائی سے یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اہل حدیث کی

موقف براہین کتاب وسنت سے مدلل تو ہیں لیکن اسے پیش نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے برخلاف بعض ذمہ داروں نے بورڈ کے موقف کی تائید کی۔ پھر بڑی چالاکی سے یہ باور کرانے کی کوشش ہوئی کہ ارباب اقتدار،عوام الناس اور عدلیہ تک اس کو پہنچانے کی کوشش بھی ہوئی۔لیکن خاطر خواہ کوشش نہیں ہوسکی۔جس کا شکوہ خبر ونظر رکھنے والے کوشدت سے ہے۔اس کے باوجود یہ پیغام اس شدت سے جج صاحبان کو پہنچ بھی گیا کہ اسی کی بنیاد پر''طلاق ثلاثہ غیر اسلامی'' ہے کہہ بھی ڈالا۔اس کے علاوہ عبارت میں جو انداز اختیار کیا گیا ہے اس پر بہت کچھ شکوہ کرنے کی گنجائش ہے۔یہ ہندوستانی اہل حدیثوں کو لفظی جنگ پر اکسانے پر آمادہ کرنے والا ہے۔اس تناظر میں خبر ونظر کا یہ تبصرہ۔کہ'' ایک طبقہ ہے جو بیک وقت تین یا اس سے زیادہ بار طلاق کو ایک ہی تصور کرتا ہے اور اس کے پاس قرآن وسنت سے دلائل بھی ہیں۔ہاں یہ ضرور ہوا کہ اس طبقہ کے کچھ ذمہ داروں نے یہ بیان دیا کہ یہ ہمارا اندرونی مسئلہ ہے جس میں حکومت یا عدالت دخل اندازی نہیں کرسکتی۔لیکن یہ پیغام جس انداز میں اور جس پیمانہ پر ارباب اقتدار،عوام الناس اور عدلیہ تک پہنچنا چاہئے تھا،نہیں پہنچ سکا اور جج صاحبان نے یہ جو کہا ہے کہ''طلاق ثلاثہ غیر اسلامی ہے'' تو غالباً ان ہی لوگوں کے بیانات کی بنیاد پر کہا ہے''۔(سہ روزہ دعوت،نئی دہلی یکم ستمبر 2017)جج صاحبان نے یہ جو کہا ہے کہ طلاق ثلاثہ غیر اسلامی ہے تو غالباً ان ہی لوگوں کے بیانات کی بنیاد پر کہا ہے۔'' اہلحدیثوں پر کتنا گراں گذر سکتا ہے۔راقم الحروف کو یکم ستمبر 2017 کے''خبر ونظر'' نے مجبور کردیا کہ جمعیت اہل حدیث کے مثبت رول کو اجاگر کرکے کسی حد تک فرض کفایہ ادا کروں۔طلاق ثلاثہ کے تعلق سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا موقف واضح ہے۔اس کے باوجود اتحاد ملت کی خاطر مسلم پرسنل لاء بورڈ کے موقف کی حمایت کی تاکہ ملت کے مسائل میں اضافہ نہ ہو جو کہ پہلے سے ہی مختلف طرح کی مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔جس کی بورڈ سمیت سبھوں نے تعریف کی۔خبر ونظر کا اہلحدیث مخالف تبصرہ اور سپریم کورٹ کے ججوں کو مرعوب ومتاثر کرنے کا الزام بہت ہی تکلیف دہ ہے۔

طلاق ثلاثہ کے تعلق سے اہل حدیثوں کا اپنا ایک موقف ہے جس کی تائید قرآن وسنت اور سلف صالحین کے عمل سے بھی ہوتا ہے۔یہاں تک مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اپنی تفسیر میں اسے نقل کیا ہے۔طاؤس اور عکرمہ کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور اسی رائے کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ان کی اس رائے کا ماخذ یہ روایت ہے کہ ابو الصہباء نے ابن عباس سے پوچھا''کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا؟''انہوں نے جواب دیا ہاں۔(بخاری ومسلم)

(بحوالہ تفہیم القرآن،جلد پنجم ص:559،مولانا ابوالاعلیٰ مودودی،مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی،1988)

مولانا دوسری جگہ فرماتے ہیں:''رہی یہ صورت کہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے ڈالی جائیں،جیسا کہ آج کل جہلاء کا عام طریقہ ہے،تو یہ شریعت کی رو سے سخت گناہ ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی مذمت فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہاں تک ثابت ہے کہ جو شخص بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا تھا آپ اس کو دُرّے لگاتے تھے''(تفہیم القرآن،جلد اول،ص: 175،مولانا ابوالاعلیٰ مودودی،مکتبہ تعمیر انسانیت،لاہور 1967)

ان سطروں کے لکھتے وقت یہ خبر آگئی کہ حکومت ہند کی موجودہ کیبینٹ نے ایک مجلس میں تین طلاق دینے والوں کو تین سال کی سزا کی سفارش کردی ہے۔راقم الحروف کو اس بات کا خدشہ ہے کہ''خبر ونظر'' کے کالم نگار اس کا الزام بھی اہل حدیثوں کے سر نہ ڈال دیں۔

سویت یونین کے انتشار کے بعد امریکی اور یوروپی استعمار کا واحد حریف اسلام تھا اس لیے دین اسلام کو بدنام کرنے کی سازش کی گئی۔خود اپنی تیار کردہ تخریبی کارروائیوں،سفاکی،درندگی،اور بربریت کو دہشت گردی کا نام دے کر اسے اسلام سے جوڑ دیا گیا جس کے لئے بعض پرجوش لوگوں نے ایندھن فراہم کیا۔

چنانچہ پچھلے دو دہائی سے دہشت گردی کے نام پر نئے نئے فتنوں کا سامنا ہے۔اس لیے دینی تنظیموں،علماء اور دانش وران ملت کا دینی فریضہ ہے کہ دہشت گردی کیخلاف جنگ کو عملی انداز میں بھرپور جواب دیں۔اسلام کی امن وامان کی حقانیت کو پیش کریں۔اسلام نے تمام مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ عدل وانصاف، مساوات اور رواداری کی تعلیم دی ہے۔اسلام تمام انسانوں کے لیے سراسر رحمت ہے۔امن وامان کا ضامن ہے اور ظلم وتشدد کے ہر شائبہ سے پاک ہے۔انتہا پسندی کا دشمن ہے۔ظلم کا مخالف ہے۔پیار ومحبت کا داعی ہے۔انسانوں کے دلوں کو جوڑنے والا ہے۔تنگ نظری اور تعصب وحسد کو قابل ملامت سمجھتا ہے۔یہی وہ انمول تعلیمات ہیں جنہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند،دہشت گردی مخالف کانفرنسوں،داعش کے خلاف اعلان براءت ومذمت،تشدد وانتہا پسندی کے خلاف اجتماعی فتوے،سمپوزیم،سیمینار اور پیغامات اور خطبات جمعہ میں اجاگر کرتی رہی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں بعض اونچے طبقوں کے مظالم سے تنگ آکر بہت سے گروپوں نے دہشت گردی اختیار کر لی مگر ان کا ذکر فرقہ پرست جماعتیں نہیں کرتیں اور مسلمانوں کو ہی دہشت گرد ثابت کرنے پر تلی رہتی ہیں۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے علاوہ کسی دینی تنظیم نے،اس نظریہ کو کہ مسلمان دہشت گرد ہیں، جھٹلانے کے لیے آگے نہیں آئی۔یہ امتیاز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو حاصل ہوا۔

دنیا میں بعض گروہوں نے تعصب اور فکری گمراہی اور بعض سیاسی، جغرافیائی اور اقتصادی مصالح اور حالات سے دوچار ہوکر دہشت گردی کی راہ اپنالی۔ اس کے علاوہ علاقائیت، ذاتیات اور مذہبی تعصب بھی اس کا آلہ کار بنا۔ اور سرکار کی بے حسی کی وجہ سے وہ تشدد پر اتر آئے مگر اسلام مخالف طاقتیں ان کا ذکر کرنے سے کتراتی ہیں اور مسلمانوں کو ہی دہشت گرد ثابت کرنے پر مصر رہتی ہیں اس سلسلہ میں ہندوستان کی مسلم قیادت نے اس پروپیگنڈہ کو جھٹلانے یا اس کی سرکوبی کے لیے پہل نہیں کی۔ یہ امتیاز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو حاصل ہوا کہ وہ 18 مارچ 2006 میں دہشت گردی کے خلاف 36 علمائے کرام کے دستخط سے اجتماعی فتویٰ جاری کیا۔ اور اس سے قبل دہشت گردی عصر حاضر کا سب سے بڑا ناسور کے عنوان سے ایک عظیم الشان سمپوزیم انصاری آڈوٹوریم جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں منعقد کیا۔

22/23 جولائی 2006 میں دہشت گردی مخالف سمپوزیم کا انعقاد کیا۔

15 فروری 2015 کو داعش اور دہشت گردی کے خلاف اور اسلام کے امن ومحبت کے پیغام پر سمپوزیم کا انعقاد کیا۔ اس موقع پر داعش اور اس کے ظالمانہ حرکات کے خلاف اجتماعی فتویٰ جاری کیا گیا۔

ان اجتماعات کے علاوہ ہر صوبہ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے صوبائی یونٹ نے دہشت گردی مخالف اور تشدد کے خلاف جلسے، میٹنگیں، مکالمے اور خطابات کرتے رہے جن کی تعداد ان گنت ہیں۔ اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی اتباع کرتے ہوئے دوسرے مسلم اداروں اور تنظیموں نے بعد میں دہشت گردی مخالف کانفرنسیں کیں اور فتاویٰ جاری کیے۔ مثلا 25 فروری 2008 کو دار العلوم دیوبند نے دہشت گردی مخالف کانفرنس منعقد کی۔ 21 مئی 2008 کو جمعیۃ علماء ہند نے دہلی میں دہشت گردی مخالف کانفرنس کی اور اسی اجتماع گاہ میں دار العلوم دیوبند کا دہشت گردی مخالف فتویٰ پڑھ کر سنایا گیا۔ 27 اپریل 2008 کو ملی کاؤنسل نے خالصہ کالج میں دہشت گردی مخالف کانفرنس منعقد کی۔

یہاں سوال کیا جاسکتا ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے دہشت گردی مخالف تحریک میں ہراول دستہ کا رول کیوں ادا کیا۔ اس کا سیدھا جواب ہے کہ اس نے قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرنے کا فریضہ ادا کیا تاکہ قیامت کے دن اس فریضہ کی عدم ادائیگی پر باز پرس نہ ہو۔ اور وقت کے اس عظیم منکر کے خلاف فریضہ نہی عن المنکر اور دعوت الی اللہ کے ساتھ امن وسلامتی کا فریضہ بھی ادا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ''وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' (آل عمران: 3:104) ''تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہ ہی فلاح پائیں گے''۔

یہاں یہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسائل کو سلجھانے کے لیے ہمیں اپنے اکابرین سے بھی رہنمائی حاصل کرنی چاہئے جنہوں نے آزادی سے پہلے متحدہ ہندوستان میں آریہ سماج شدھی تحریک کے اسلام دشمن ومتعصب مصنفین کی توہین رسالت پر مبنی تحریروں کا بھرپور جواب دیا تھا۔ جس کے ہراول دستہ اہل حدیث ہی تھے۔ پھر اسی دور کے بعض عناصر نے اسلام وجہاد کے خلاف گستاخانہ لٹریچر تیار کیا تھا جس کا جواب من جملہ اور بزرگوں کے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے ''الجہاد فی الاسلام'' لکھ کر دیا۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی خود اس کتاب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''جب سوامی شردھانند کے قتل پر سارے ہندوستان میں ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہوا اور اسلام پر چاروں طرف سے حملہ ہونے لگے تو مولانا محمد علی جوہر نے ایک روز کہا کہ کاش کوئی بندہ خدا اس وقت اسلامی جہاد پر ایسی کوئی کتاب لکھے جو مخالفین کے سارے اعتراضات والزامات کو رفع کرکے جہاد کی اس حقیقت کو دنیا پر واضح کردے۔ یہ بات سن کر اپنے دل میں خیال کیا کہ وہ بندہ خدا میں ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ اسی وقت یہ کام شروع کردیا''۔ وہ مزید لکھتے ہیں: ''ایسے ہی مواقع ہوتے ہیں جن میں اسلام کی صحیح تعلیم کو زیادہ صفائی کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے''۔

چنانچہ یہ کریڈٹ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو جاتا ہے کہ اس نے دہشت گردی کے اس فتنہ وسازشوں کو بروقت محسوس کرلیا اور اس کی بیخ کنی کے لیے اسلام کی صحیح فکر وپیغام کو عام کرنے کی کوشش کی۔ اس نے دہشت گردی کے خوفناک اور بڑھتے سائے کو سنجیدگی سے لیا اور تشدد پسندوں کے منصوبوں کو ناکام بنانے کی عوامی سطح پر بیداری کی مہم چلائی۔ شرپسندوں کی پلاننگ کو ناکام بنانے کی مثبت ٹھوس حکمت عملی اختیار کی۔ ملت کے نوجوانوں کے خلاف رچی جانے والی سازشوں اور پروپیگنڈوں کی کاٹ کے لیے آواز بلند کی۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پھیلائے جانے والے شبہات کا ازالہ کرنے کی کوشش کی۔ اسلام میں رواداری، لچک، امن کا پیغام، فتنہ سے اجتناب، صلح وآشتی اور وحدت آدم کی جو تعلیمات ہیں انہیں روشن کرنے کی کوشش کی۔ انسانی جان ومال کی خدمت، نفرت وعداوت کے بجائے محبت وپیار اور اخوت کی تعلیمات کو ہردلعزیز بنانے کی حتی الامکان کوشش کی۔ اس کے ساتھ یہ بھی کوشش کی کہ مسلمان خود بھی اچھے، باکردار اور بااخلاق بنیں۔ جو غلط فہمیاں ان کے بارے میں پھیلائی جارہی ہیں ان کا سد باب کیا جائے۔ اسلام کی صحیح معلومات ان تک پہنچائی جائیں۔ اسلام کی حقانیت، رواداری اور وطن سے محبت کی تلقین کی جائے۔ مسلمان خود بھی اس کا عملی نمونہ بنیں اور دوسروں تک انسانیت، امن، پیار، محبت، رواداری اور اخوت کا پیغام عام کریں۔

اس موقع سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے میڈیا کو بھی جھنجھوڑا اور

ارباب حل وعقد کے سامنے قرار دادیں وتجاویز پیش کیں کہ دہشت گردی کی تہہ تک جایا جائے۔ اس کی بنیادی وجوہات کا پتہ لگایا جائے۔ ہر تشدد، دہشت اور تخریبی کارروائیوں کا سرا مسلمانوں یا اسلام سے نہ جوڑا جائے۔ کیونکہ اسلام میں دہشت گردی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اسلام نہ تو اس کی تعلیم دیتا ہے اور نہ ہی دہشت گردانہ واقعات سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ جب دیگر جرائم کے واقعات مذہب سے نہیں جوڑے جاتے تو دہشت گردی کا تعلق مذہب سے کیسے جوڑا جاسکتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تحقیقاتی ایجنسیوں کی غلط پالیسیوں پر غور نہیں کیا جاتا اور نہ حقائق کو سامنے لانے کی باتیں کی جاتی ہیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی دہشت گردی مخالف کانفرنس کو عوام وخواص سبھوں نے پسند کیا۔ البتہ بعض مریض دلوں کے لیے یہ مستقل روگ بھی حاسدانہ اور فکری گمراہی کے نتیجے میں بنا رہا۔ جس کا اظہار بھی مختلف مگر پیچیدار لفظوں میں ہوتا رہا۔ اور ان کو یہ گھبراہٹ بھی رہی کہ اس کے اثرات بھی بہتر طور پر مرتب ہوتے رہے اور اگر بعض مریض دلوں کو اسی بات پر اصرار ہے کہ اس کے اثرات مرتب نہیں ہوئے۔ تو ممکن ہے کہ اس کے مثبت اثرات پیدا ہونے میں کچھ وقت لگ جائے لیکن مسلمانوں پر سے دہشت گردی کا داغ دُھلنے میں ضرور کامیابی ہوگی۔ ان شاء اللہ!

مولانا مودودی رحمہ اللہ کی معرکۃ الآراء کتاب ''الجہاد'' کے باوجود آج تک جہاد کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والوں کی زبانیں رکی نہیں ہیں بلکہ اسلام کو بدنام کرنے کا آج بھی سب سے بڑا ہتھیار اغیار کے یہاں یہی ہے۔ کیا ''سہ روزہ دعوت'' اس پر بھی کچھ تبصرہ کرے گا۔ کہ دشمنوں نے اپنی ذہانت سے مولانا مودودی اور دیگر علماء کو دفاعی موقف اختیار کرنے پر مجبور کردیا اور وہ تحریریں ''بظاہر مفید نہیں بلکہ مضر ہیں''۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دہشت گردی مخالف کانفرنس پر ''خبر ونظر'' نے موضوع سخن عنوان کے تحت پہلے یہ تبصرہ کیا:

''بحیثیت مجموعی ان دہشت گردی مخالف کانفرنسوں سے دشمنوں کو تقویت مل رہی ہے۔ وہ خوش اور مطمئن ہیں کہ انہوں نے اپنی ذہانت سے مسلمانوں کو دفاعی موقف اختیار کرنے پر مجبور کردیا ہے .... اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ دہشت گردی کی مخالفت کے نام پر کی جانے والی کانفرنسیں بظاہر مفید نہیں، مضر ہیں''۔ (سہ روزہ دعوت، 16 جون 2008)

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی دہشت گردی مخالف کانفرنس پر ''خبر ونظر'' کے کالم نگار نے پھول پتی سے دوبارہ حملہ کیا۔ یکم اگست 2008 کو سہ روزہ دعوت کے ''خبر ونظر'' پر نظر دوڑائیے۔ عنوان ہے: ''کانفرنسیں کرنے والے کہاں ہیں''؟

''جو حضرات ملک بھر میں ''دہشت گردی مخالف کانفرنسیں'' کرتے پھر رہے تھے، کیا وجہ بتاسکتے ہیں کہ ان کانفرسوں کے نتائج کیا نکلے؟ ان کے اثرات کیا مرتب ہوئے؟ کیا تشدد کے پراسرار واقعات جنہیں دہشت گردی کہا جارہا ہے۔ رک گئے؟ اور پھر ان واقعات کے لیے مسلمانوں کو ذمہ دار قرار دینے و بے گناہ مسلمانوں کو پکڑ کر ان کی اور ان کے خاندانوں کی زندگیاں برباد کرنے کا سلسلہ کیا بند ہوگیا؟ ....

اسلام کا چہرۂ تاباں اور امن وسلامتی کا پیغام ظاہر ہوا، اس کا ہمارا جو اس فکر کے تئیں فریضہ تھا ادا ہوا، رہے دہشت گرد اور ظالم تو ہم **لست علیهم بمصیطر**

لیکن نہیں، کانفرنسیں کرنے والوں سے یہ سوال بے جا ہے، شکایت فضول ہے، اس لیے کہ ان کا یہ مقصد سرے سے تھا ہی نہیں۔ وہ تو دنیا کو صرف یہ بتانا چاہتے تھے کہ ''اسلام امن کا مذہب ہے، دہشت گردی سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والے دین وملت کو نقصان پہنچارہے ہیں۔ ان کے ان اعمال سے ملت بدنام ہورہی ہے''۔ اور اس صفائی پر ملت کے دشمن بہت خوش اور مطمئن تھے کہ چلو ان کی سازشوں کا یہ حصہ بھی کامیاب ہوا۔ اب مسلمانوں کے علماء اور دانشور بھی تسلیم کررہے ہیں کہ دہشت گردی کے واقعات کے پیچھے مسلمان ہی ہیں''۔ (سہ روز دعوت، دہلی یکم اگست 2008)

کیا یہ کہا جائے کہ امن وشانتی کی تحریک اسلامی اسٹیٹ کے قیام حکومت الٰہیہ کا نعرہ غیر مسلموں میں دعوت اور لو جہاد اور خود جہاد کے سلسلہ میں جو کتابیں اور مضامین جماعت اسلامی نے لکھیں یا کانفرنسیں کیں وہ سب دشمنان اسلام کے ایجنڈے پر چلنے کے لئے تھیں جس کا مناد ''سہ روزہ دعوت'' ہے ورنہ یہ دورخا اور دوہرا معیار کیوں؟ اگر نادانستہ ہے تو پھر.... بریں عقل ودانش بباید گریست

یہ نصیحت ان تنظیموں کو بھی کرتے رہیں جو خیرسگالی، قومی یکجہتی، کاروان امن وغیرہ چلاتی ہیں اور اس کے باوجود نفرت کی آندھیاں نہیں رکیں۔ دراصل تمام تنظیمیں اور جماعتیں وقت وحالات کے تحت امن وآشتی کے لئے کوشش جاری رکھتی ہیں۔ یہ ان کا فریضہ ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے 15 رفروری 2015 کو داعش یعنی نام نہاد ''اسلامک اسٹیٹ'' اور اس کی تخریبی اور غیر انسانی کارروائیوں اور دہشت گردی کے خلاف اور اسلام کے امن ومحبت کے پیام پر ایک سمپوزیم کا انعقاد کیا تھا۔ اس موقع پر داعش اور اس کے ظالمانہ حرکات کے خلاف ایک اجتماعی فتویٰ جاری کیا تھا۔ تاکہ اسے کھڑا کرنے والی طاقتوں کو طشت از بام کیا جائے۔ اس کے منصوبوں کو ناکام بنایا جائے۔ اس کی کشش سے متاثر نہ ہونے کی تلقین کی جائے اور اس کے لیے نرم رویہ رکھنے والوں کو تاریک مستقبل کی دھمکی دی جائے۔

ہندوستان میں داعش کی مخالفت کرنے میں مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے ہی پہل کی۔ عالمی طور پر کیوبا کے کاسٹرو نے ایک تحریری بیان میں ڈنکے کی چوٹ پر کہا تھا: ''اسلامک اسٹیٹ'' کو امریکہ اور اسرائیل نے اپنے عالمی مفادات کے لیے کھڑا

کیا ہے۔'' کاشتر و نے اپنے بیان میں آگے لکھا ہے کہ اسرائیل کے غیر مشروط وفادار امریکی سینٹر جان میک کین اور اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے باہم سازش کر کے ''اسلامک اسٹیٹ'' کے نام سے تخریب کاروں کا یہ ڈھانچہ کھڑا کیا ہے جس نے شام کے ایک تہائی حصہ پر قبضہ کر رکھا ہے'' ۔(میل ٹوڈے 16 نومبر 2016)

سہ روزہ دعوت کے خبر ونظر کو مرکزی جمعیت اہل حدیث کا داعش اور دہشت گردی مخالف سمپوزیم اور فتویٰ بھی برداشت نہیں ہوا اور مرکزی جمعیت کی مساعی جمیلہ کو بے وقعت کرنے کی کوشش کی۔ ''خبر ونظر'' کے یہ چند جملے پڑھئے:

''ہم رونا دھونا چاہتے ہیں امت کے ان فراد کی سادہ لوحی یا بے خبری کا جو سازشوں کے ایجنڈا کے عین مطابق اپنی صفائی دے رہے ہیں''۔ اسلام دہشت گردی کے خلاف ہے۔ داعش جو کچھ کر رہی ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ...... گویا داعش کو وہ بھی کچھ مسلمانوں کی تنظیم تسلیم کر رہے ہیں جو قیام خلافت کے لیے کام کر رہی ہے اور اسلامک اسٹیٹ کے ڈرامہ میں دشمنوں کی یہ بڑی کامیابی ہے کہ دشمنوں نے پوری امت کو دفاعی پوزیشن میں ڈال دیا ہے''۔(خبر ونظر، سہ روزہ دعوت دہلی، یکم دسمبر 2015)

دہشت گردی کے تعلق سے جو موقف مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ہے وہی جماعت اسلامی کے موجودہ امیر مولانا سید جلال الدین عمری کا ہے۔ انہوں نے بھی صراحۃً وکنایۃً وہی سب کچھ کہا جسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کانفرنس کے دوران اپنے بیانات میں پیش کیا تھا۔ چنانچہ اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں کے عنوان کے تحت آپ فرماتے ہیں: اس وقت پوری دنیا کا ایک بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے۔ ہر طرف اس کا چرچا ہے۔ صرف چرچا نہیں، عملا دہشت گردی کے واقعات بھی پیش آرہے ہیں۔ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا بلکہ کوئی بھی غلط آدمی، غلط کام کرسکتا ہے اور اس کا کوئی بھی مذہب ہوسکتا ہے۔......

''جن کو ہم دہشت گرد کہتے ہیں، وہ بسا اوقات مسلمانوں کا نام اس جذبہ کے ساتھ لیتے ہیں کہ ہم اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے اسلام کی اور مسلمانوں کی تصویر بگڑتی ہے۔ اگر کہیں کشت وخون اور خون خرابہ ہو۔ لوگوں کی جان ومال، عزت وآبرو لٹے، بے گناہوں کے ساتھ زیادتی ہو اور اسلام کے نام پر ہو تو دنیا یہی سمجھے گی کہ یہ اسلام کی تعلیم ہے اور مسلمان اس پر عمل کر رہے ہیں اس کے ساتھ یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ دہشت گردی کے نام پر ہمارے ملک میں سیکڑوں مسلمانوں کو اب تک گرفتار کیا جارہا ہے لیکن ان پر لگنے والے الزامات کو عدالت سے نہیں ثابت کیا جاسکا۔ جس کسی پر دہشت گردی کا الزام لگا عدالت نے اسے طویل تحقیق وتفتیش کے بعد غلط قرار دیا۔..................

ان حالات میں ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ حق وانصاف کے لیے اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ کسی بھی مذہب کا ماننے والا کوئی شخص غلط حرکت کرتا ہے تو اسے آپ اس مذہب کی طرف اس وقت منسوب کریں گے جب کہ اس حرکت کو وہ مذہب تسلیم کرے۔ وہ اگر اسے تسلیم نہیں کرتا تو آپ اسے اس مذہب کا عمل نہیں کہہ سکتے......''

یہ جو دہشت گردی کی صورتحال پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہندوستان اور دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی نت نئے مسائل جنم لے رہے ہیں اور اسلام کی تصویر بگاڑی جارہی ہے۔ ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ ان حالات میں ہم خود بھی اسلام کے موقف کو سمجھیں اور دوسروں کو بھی بتائیں کہ اسلام کیا ہے؟ اور وہ کس بات کی تعلیم دیتا ہے؟ تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی تصویر صاف ہو''۔(سہ روزہ دعوت، دہلی، ص:6، 4/فروری 2016)

محترم! صاحب ''خبر ونظر'' اب بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے ''عظمت صحابہ'' اور ''عدالت صحابہ'' پر 2011 اور 2012 میں آل انڈیا کانفرنس کی۔ جس میں صحابہ کرام کی فضیلت اور عظمت اور ان کی روایت، درایت اور ثقاہت پر تقریریں ہوئیں۔ جمعیت سے شائع ہونے والے جریدوں کے اسپیشل شمارے شائع ہوئے۔ سہ روزہ دعوت کے ''خبر ونظر'' پر یہ گراں گذرا اور قلم حرکت میں آگیا۔ خبر ونظر کے کالم میں ''دارالحکومت دہلی کے وہ چار دن'' کے عنوان سے تحریر اس کے آخری پیراگراف عنوان ہے ''ایک وہی بات'' جس میں تحریر ہے:

''البتہ ایک اُسی بات کو سمجھنے میں اس بار بھی دقت پیش آئی جسے سمجھنے میں گذشتہ سال مارچ میں پیش آئی تھی۔ گذشتہ سال کی کانفرنس کا مرکزی موضوع بھی ''عظمت صحابہ'' تھا۔ اس بار کی کانفرنس ''عدالۃ الصحابۃ'' کے عنوان کے تحت منعقد ہوئی۔ یہ سوال ذہن میں اس وقت بھی اٹھا تھا اور اس بار اٹھا ہے کہ کانفرنس کے انعقاد کے لیے اس موضوع کے انتخاب میں کیا حکمت تھی؟ کیا مسلمانان ہند صحابہ کرام کی عظمت وعدالت سے بے خبر ہیں یا اس میں کچھ کمی آگئی ہے؟ کیا صحابہ کی عظمت وشوکت پر کہیں حرف آیا ہے۔ اگر خدانخواستہ آیا ہے تو اس سے ملت اسلامیہ کو باخبر کیا جانا چاہئے۔ جہاں تک اسلام دشمن قوتوں کی یلغار کا تعلق ہے تو وہ عظمت اسلام، عظمت قرآن، اور عظمت رسالت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کرتی ہیں لہذا موضوع بھی یہی ہونا چاہئے۔ اب بھی ہوسکتا ہے اور یہ کام کوئی ایک نہیں تمام جماعتیں اور ادارے مشترکہ طور پر کریں''۔(سہ روزہ دعوت 13 مارچ 2012)

صحابہ کرام اسلام کے اولین حاملین کتاب وسنت تھے اس کے راوی اور عامل تھے۔ ایک ایسے اعلیٰ اور اشرف گروہ تھے جو عدل وانصاف اور وسطیت کی راہ پر قائم رہے۔ دینی اخوت، اسلامی ہمدردی وغم خواری، للّٰہیت، اُنس ومحبت، خیر خواہی،

دوسروں کی خبر گیری، بے غرضانہ تعاون، ان کی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھیں۔ وہ ایثار و ہمدردی یعنی دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے اور دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے والے تھے۔سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی تعلق رکھتے تھے،فکر صالح،عمل صالح اور نظام عدل کے پیکر تھے۔ وہ قول وفعل میں یکساں اور خداترسی کا نمونہ تھے۔ اور کتاب وسنت میں تفقہ اور اس کی سمجھ کے لئے اللہ جل شانہ نے اپنے پیارے نبی کی صحبت کے لئے پسند فرمالیا تھا۔اور وہ اس کتاب وسنت کے سچے شیدائی اور فدائی تھے۔غرض کہ وہ حکم اللہ کا اور طریقہ رسول اللہ کا عملی نمونہ تھے۔ وہ اکرام مسلم سے عملی طور پر وابستہ تھے۔فہم کتاب وسنت میں صحابہ کرام کے فہم وفراست اور اسوہ ونمونہ اور آثار وسنن کو نہ اپنانے ،حرز جان نہ بنانے اور یاد نہ کرنے کی وجہ سے ہی خروج وبغاوت اور خارجیت اور دہشت گردی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ عظمت صحابہ کے بارے میں مسلم جماعتیں متحد ومتفق ہیں لیکن عدالت صحابہ کے بارے میں کتنے ہی مسلمان گمراہی کے شکار ہوگئے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام کی شان میں گستاخانہ اسلوب اختیار کرنے لگے۔جن میں حضرت عثمان،حضرت امیر معاویہ، فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص،اُم المومنین حضرت عائشہ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ (من اصحاب عشرہ مبشرہ) رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کر کے ہندوستانی مسلمانوں کے ذھنوں کو مسموم کرنے لگے تھے بلکہ صحابہ کرام کے خلاف سوئے ظن پیدا کر رہے تھے یہاں تک بعض سنی مسلمانوں بھی اس سے متاثر ہوگئے خواہ وہ تعداد کے لحاظ سے قلیل الشاذ ہی کیوں نہ ہوں۔عدالت صحابہ کانفرنس کے کچھ ہی دن پہلے تک بعض غیر ملکی مسلمانوں کے وفود بھی ہندوستان آتے رہے اور صحابہ کرام کے بارے میں بدظنی پھیلانے لگے تھے۔ان سے نقصان وفتنہ پھیلنے کا اندیشہ تھا۔مزید براں بعض مسلمانوں کا گروہ سوچ سکتا تھا کہ سنی مسلمان صحابہ کرام کو وہ سب کچھ کہہ سکتے ہیں۔ان کی روایت، درایت،عدالت اور ثقاہت پر شک کر سکتے ہیں تو ہم ہی اس فعل کے لیے کیوں قابل گردن زنی قرار دیئے جائیں۔اس لیے ضرورت تھی کہ ایک عظیم الشان عوامی کانفرنس کر کے اس زہر کا تریاق پیش کیا جائے۔ کیونکہ اگر صحابہ کرام کی عظمت، روایت، درایت، ثقاہت اور عدالت پر تنقید کی کھلی آزادی دے دی جائے تو پھر مسلمانوں کے پاس اپنے دین، ثقافت،تہذیب اور شناخت کا کونسا حصہ بچے گا۔ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ بڑی بے تکلفی سے ان پر جرح و تعدیل کرتے رہیں۔قرآن مجید نے ان نفوس قدسیہ کی تعریف کی ہے اس لیے ہمیں ان کے بارے میں غیر معمولی حد تک محتاط رہنا چاہئے کہ کہیں سوءادب کا پہلو نہ نکلے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو آخری شریعت اور قیامت تک کے لیے تمام قوموں کے لیے آخری قانون بنایا گیا۔اس کے الفاظ، معانی، نیز علمی و عملی حفاظت کے لیے ایک ایسی جماعت کو ابھارا جسے ہم صحابہ کرام کہتے ہیں۔اور ان کا ذکر قند مکرر سہ کرر اور بار بار نہیں ہزار بار ہوتے رہنا چاہیے **هو المسک ما کررته یتضوع** یہ مشک ہے جسے جتنی رگڑو گے اتنی ہی خوشبو پھیلتی رہے گی۔مولانا محمد یوسف بنوری ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”صحابہ کرام وہ خوش قسمت جماعت ہے جن کی تعلیم وتربیت اور تصفیہ وتزکیہ کے لیے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم ومربی، اور استاد واتالیق مقرر کیا گیا۔ وحی خداوندی نے ان کی تعدیل فرمائی ان کا تزکیہ کیا۔ان کے اخلاص وللّٰہیت پر شہادت دی اور انہیں یہ رتبہ بلند ملا کہ ان کو رسالت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عادل گواہوں کی حیثیت سے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا گیا:

”**مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰئهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ**“ (سورہ الفتح:۲۹)”محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو (ایماندار) آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں شفیق ہیں۔تم ان کو دیکھو گے رکوع سجدے میں۔ وہ چاہتے ہیں صرف اللہ کا فضل اور ان کی رضامندی ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدے کا نشان ہے“۔

”حضرات صحابہ کے ایمان کو ”معیار حق“ قرار دیتے ہوئے نہ صرف لوگوں کو اس کا نمونہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی ہے بلکہ ان حضرات کے بارے میں لب کشائی کرنے والوں پر نفاق وسفاہت کی دائمی مہر ثبت کردی گئی“۔

”حضرات صحابہ کرام کو بار بار رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے) کی بشارت دی گئی اور امت کے سامنے یہ اس شدت وکثرت سے دہرایا گیا کہ صحابہ کرام کا یہ لقب امت کا تکیہ کلام بن گیا“۔

حضرات صحابہ کرام کے مسلک کو معیاری راستہ قرار دیتے ہوئے ان کی مخالفت کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے ہم معنی قرار دیا گیا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو وعید سنائی گئی۔ اور سب سے آخری بات یہ ہے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت میں آخرت کی ہر عزت سے سرفراز کرنے اور ہر ذلت ورسوائی سے محفوظ رکھنے کا اعلان فرمایا گیا ہے“۔اس قسم کی بیسویں نہیں سیکڑوں آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب مختلف عنوانات سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ (خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت، حافظ صلاح الدین یوسف،ص:58-55 الکتاب انٹرنیشنل،اوکھلا،نئی دہلی)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدق وامانت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے گواہی دی: ”**رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً**“ (الاحزاب:۲۳)”یہ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا جو عہد انہوں نے اللہ سے باندھا،بعض نے تو جان عزیز تک

اسی راستہ میں دیدی اور بعض (بے چینی سے) اس کے منتظر ہیں اور ان کے عزم واستقلال میں ذرا تبدیلی نہیں آئی‘‘۔

’’حق تعالیٰ نے بار بار مختلف پہلوؤں سے صحابہ کرام کا تزکیہ فرمایا۔ان کی توثیق وتعدیل فرمائی اور قیامت تک کے لیے یہ اعلان فرمایا:’’اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ‘‘ (المجادلۃ:۲۲)(یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے لکھ دیا ان کے دل میں ایمان ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے‘‘)

ترمذی کی ایک حدیث ہے جس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے علم میں یہ بات لانا چاہتے تھے کہ انہیں عام افراد امت پر قیاس کرنے کی غلطی نہ کی جائے۔ان حضرات کا تعلق چونکہ براہ راست آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے اس لیے ان کی محبت عین محبت رسول ہے اور ان کے حق میں ادنیٰ لب کشائی ناقابل معافی جرم ہے۔فرمایا:

’’الله الله فی اصحابی، لاتتخذو هم غرضا بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن اٰذاهم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی الله ومن اٰذی الله فیوشک الله ان یاخذه‘‘(ترمذی)

(اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں۔مکرر کہتا ہوں اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملے میں۔ان کو میرے بعد ہدف تنقید نہ بنایا۔کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بناپر اور جس نے ان سے بدظنی کی تو مجھ سے بدظنی کی بناپر۔جس نے ان کو ایذادی اس نے مجھے ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ کو ایذادی اور جس نے اللہ کو ایذادی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑ لے‘‘۔

صحیحین کی ایک حدیث ہے:’’**لا تسبوا اصحابی، فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصیفه**‘‘(بخاری ومسلم)

(میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو(کیونکہ تمہارا وزن ان کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں کہ پہاڑ کے مقابلہ میں ایک تنکا کا ہوسکتا ہے چنانچہ)تم میں سے ایک شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو ان کے ایک سیر جو کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے عشر عشیر‘‘۔

غرض کہ قرآن کریم ، احادیث ، اہل حق ، علماء اور ائمہ کرام نے صحابہ کرام کی عیب جوئی کی ممانعت کی ہے اس کے مقابلہ میں ان تاریخی قصے، کہانیوں کا سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں ہے کیونکہ تاریخ کا موضوع ایسا ہے جس میں ہر طرح کی صحیح وغیر صحیح واقعات کو ترتیب دے دیئے جاتے ہیں یعنی صحت کا جو معیار حدیث میں قائم رکھا گیا ہے۔تاریخ میں وہ معیار نہیں ہے اس لیے محدثین کرام نے ان کی صحت کے بارے میں اپنی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کردیا ہے۔

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ’’خبر ونظر‘‘ کا کالم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی دہشت گردی مخالف کانفرنس، طلاق ثلاثہ،عظمت صحابہ وعدالت صحابہ جیسے امور پر تنقیدی رخ اختیار نہ کرتا۔اور ایک خاص ذہن سے کانفرنسوں اور خبروں کی اسٹنگ آپریشن کرکے بڑی عمارت کھڑی نہ کرتا۔یقیناً ہر اخبار کا اپنا سیاسی ذہن، سماجی زاویہ اور صحافتی پالیسی ہوتی ہے لیکن اسلامی تنظیموں سے وابستہ افراد اور صحافیوں کو ذاتی جذبات،مسلکی اور جماعتی عناد سے بالاتر رہنا چاہئے کاش کہ سہ روزہ دعوت کے خبر ونظر نے دیانت داری سے کام لیا ہوتا‘‘۔

اسلام نے مسلمانوں کو اتحاد واتفاق پیدا کرنے کا نسخہ بتایا ہے مگر ہماری بدنصیبی ہے کہ جن لوگوں کو یہ نسخہ افراد امت کو دکھانا اور بتانا چاہئے تھا اس سے غافل ہوگئے۔قائدانہ صلاحیت رکھنے والوں کا فرض ہے کہ وہ خود بھی انتشار وافتراق سے دور ہیں۔دوسری تنظیموں کی تحقیر اور طعنہ زنی سے پرہیز کریں اور اپنے پیچھے چلنے والوں اور اپنے قارئین کو بھی اس سے دور رہنے کی ترغیب دیں۔یہی مشورہ امام کعبہ الشیخ سعود بن ابراہیم الشریم نے 4مارچ 2012 کو مرکزی جماعت اسلامی ہند میں دیا تھا۔دینی بھائیو! اہل اسلام کو قوت وشوکت ،اتحاد واتفاق ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔افتراق وانتشار سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔اس سے مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ نہیں ہوسکتا۔مسلکی اور جماعتی تعصب نقصان دہ ہے۔ضروری ہے کہ ہندوستان کی مسلم جماعتوں،علماء، دعاۃ کے درمیان اتحاد ہو،تاکہ دینی سرگرمیاں پوری قوت کے ساتھ انجام دی جاسکیں۔ان کا فائدہ عام ہو اور ثمر بار ہوسکیں۔

ذہن سازی میڈیا کا بنیادی کام ہے۔عوام کی رائے کو ایک خاص رخ پر ڈالنا اس کی ذمہ داری ہے تاکہ وہ حقائق سے باخبر ہیں۔اردو اخبارات پر یہ ذمہ داری کچھ زیادہ ہے اور کسی مسلم تنظیم کے اردو اخبارات پر یہ ذمہ داری سب سے زیادہ ہے۔اسے ایمانداری کی روش اپنانی چاہیے۔کسی مسلک ، جماعت ، جمعیت اور کسی خاص طبقے کی طرفداری کرکے سنسنی نہیں پھیلانا چاہیے اور امت کو غلط پیغام نہیں دینا چاہیے۔تمام جماعتیں اپنی مقدور بھر اسلام اور ملک وملت کی خدمت کررہی ہیں۔کسی کے بھی اچھے کام کو مثبت نقطہ تھا اسے دیکھنے کی ضرورت ہے اسی میں دل کی پاکیزگی معاملات کی صفائی اور باہم رشتوں کی استواری ہے۔

بھائیو! آخیر میں میں پھر آپ کو تلقین کرتا ہوں کہ اتحاد پر قائم رہیں اور افتراق وانتشار سے بچیں۔دینی جماعتوں کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ اختلاف تنوع ہو نہ کہ اختلاف تضاد۔اختلاف تنوع تو ہوسکتا ہے لیکن اختلاف تضاد بدبختی اور انحطاط کا سبب ہوسکتا ہے۔اسی اختلاف کے سبب ہم قافلہ انسانیت سے بچھڑ گئے ہیں جب کہ ہمارے دشمن اور ہمارے مخالفین ہم سے سبقت لے گئے ہیں۔‘‘ (سہ روزہ دعوت13مارچ2012)

☆☆☆

شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی حفظہ اللہ،مئو
9795252620

مولانا مطیع اللہ سلفی کی کتاب
’’تاریخ مرکزی دارالعلوم بنارس‘‘

مندرجہ ذیل تحریر جامعہ سلفیہ بنارس کے سلسلہ میں محترم جناب مولانا مطیع اللہ صاحب سلفی حفظہ اللہ کی کتاب ’’تاریخ مرکزی دارالعلوم بنارس‘‘ کے لئے عجلت میں لکھی گئی تھی جو کسی وجہ سے مذکورہ کتاب میں نہ چھپ سکی۔اب محترم جناب مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی صاحب حفظہ اللہ کی تحریر کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔ شاید موجودہ سلسلوں کے جاری یا موقوف رکھنے میں معاون ثابت ہو۔(ادارہ)

مرکز علم و دانش سدا بہار رہے

سلفیان ہند کے دلوں کی دھڑکن،اسلاف کے آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز،ان کے خوابوں کی تعبیر مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس زادھا اللہ رقیا وازدھارا جس قدر موضوع سخن برائے تعمیر و ترقی بنتا رہے،مطلوب و مرغوب بلکہ ھو المسک ما کررتہ یتضوع کے مصداق و مستحق ہے۔اور اس کے مؤسسین اور معاونین کے لئے دل سے یہ آرزوئیں پیش کی جاتی ہیں۔اولئک آبائی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر المجامع اس کی مقصدیت و مرکزیت اور اہمیت و ضرورت ہمارا مطمح نظر ہونا چاہئے جیسا کہ ہمارے اسلاف کا تھا اور جن کی فکرمندی،جاں سوزی،جگر کاوی،جد و جہد،ایثار و قربانی اور بصیرت و بصارت کے نتیجے میں اللہ جل شانہ نے جامعہ سلفیہ کی شکل میں مرکزی درسگاہ عطا فرمادیا تھا،جو عوام وخواص اور اولیاء اللہ کی دعاؤں،علماء کی فکرمندیوں،تاجروں اور دیگر تمام متعلقین کی توجہات کا ثمرہ تھا۔جس کی سرپرستی وقیادت اور ذمہ داری اور مسئولیت اور آہ وزاری آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی تھی۔جماعت اہل حدیث جو شہداء اللہ فی الارض،کتاب وسنت کی علمبردار،سلف صالح کے منہج واصول پر قائم،انسانیت کے لیے داعیان راہ حق ہے،کا ہم وغم تھا کہ مسند ولی اللہی پر فائز،شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی عظیم درسگاہ کے بند ہو جانے،حافظ حدیث،نمونہ سلف،محدث عبدالمنان وزیرآبادی کی رحلت،بھوپال کے مرکز علوم فنون کے ختم ہو جانے اور مراکز پنجاب،عظیم آباد،آرہ،غازی پور،مبارکپور،ڈیوانواں وغیرہ کے گردش ایام کا شکار ہو جانے کی وجہ سے جو خلا پیدا ہوا تھا اس کو پر کرنے کے لیے ایک مرکزی درسگاہ کا قیام ضروری ہے۔نیز جامعہ رحمانیہ کے تقسیم ہند کی نذر ہو جانے اور بہت سے راسخین فی العلم کی رحلت وہجرت کی وجہ سے جو خلا پیدا ہوا تھا اسے پر کرنے کے لیے،نشر واشاعت کتاب وسنت،تعلیم علوم وفنون دینیہ،تحقیق ودراسہ معارف اسلامیہ،تصنیف وتالیف،اسلام کا صحیح تعارف وتبلیغ،انتحال المبطلین،تاویل الجاہلین،تحریف الغالین،اور قدیم وجدید چیلنجوں کی نفی و مقابلہ،عصر جدید کے تقاضوں اور ضرورتوں کی تکمیل اور سلف صالح کے منہج واصول اور فہم قرآن وحدیث کی روشنی میں امت وانسانیت کی رہنمائی کے لیے ایک عظیم مرکزی درسگاہ کی شدید چاہت ہر اہل حدیث محسوس کر رہا تھا اور اس کے لیے کوشاں تھا اور جسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند جو سلفیان ہند کا متحدہ پلیٹ فارم ہے اس نے اپنی تمام تر توجہات کا مرکز ومحور بنا ڈالا تھا۔اسی دوران طلبائے اہل حدیث کے ساتھ بعض متعصب اداروں میں انتہائی ناخوشگوار حالات بھی پیش آ گئے چنانچہ نوگڑھ کانفرنس کے مابعد مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ کا قیام بنارس میں عملاً بھی ہو گیا۔ الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔اور اس طرح سے تمام سلفیان ہند،مرحومین وموجودین کی دعاؤں،کوششوں اور جد وجہد کو شرف قبولیت حاصل ہوئی۔نتائج دیر آید درست آید کا مصداق ٹھہرا تو پھر تاریخی حقائق وشواہد کی جمع وتدوین اور ترتیب میں اس قدر الجھنا اور الفاظ کے پیچوں میں پڑنا۔کہ حالات کچھ اور رخ اختیار کر لیں،قرین عقل وانصاف وقرین قیاس نہیں۔مجھے امید ہے کہ محترم کی اس سلسلہ میں یہ قیمتی تحریریں مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس سے محبت وقربت اور تعاون کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوں گی۔ان شاءاللہ

اب پوری جماعت وملت کو مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس کے تعاون اور اسے ہر طرح پروان چڑھانے میں جٹ جانا چاہیے۔یہی اس کی خدمت اور اس کے لیے عقیدت اور اس کی تاریخی اور علمی خدمت ہے۔اللہ تعالیٰ جمعیت و جماعت کے اس مرکز علم ودانش کو سدا بہار رکھے،سابقین ومرحومین جماعت کو اجر جزیل عطا فرمائے اور لاحقین کو اس عظیم سلفی مرکزی ادارہ کی شایان شان خدمت اور ہم سب کو ان کا دست وبازو بننے کی توفیق دے۔آمین۔وصلی اللہ علی النبی محمد وسلم تسلیما کثیرا

کتبہ:اصغر علی امام مہدی سلفی
ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
۱۷/فروری ۲۰۱۷ء مطابق ۲۰/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ

تاریخ مرکزی دارالعلوم - جامعہ سلفیہ - بنارس کے موضوع پر گرامی قدر ڈاکٹر مولانا مطیع اللہ سلفی رحفظہ اللہ کی تحقیق وتالیف کو استاذ الاساتذہ محترم مولانا ابوالعاص وحیدی رحفظہ اللہ نے کتاب پر اپنے مقدمہ میں ڈاکٹریٹ (پی۔ ایچ۔ ڈی) کی ڈگری کی مستحق قرار دیا ہے، آج کل بہت سی یونیورسٹیوں میں جس قسم اور جس معیار کے مقالات پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے سرفراز کردیا جاتا ہے اس تناظر میں عالی وقار مولانا وحیدی صاحب کی سفارش کو بیجا نہیں قرار دیا جاسکتا، اس لئے میں نے شرح صدر کے ساتھ فاضل گرامی مولانا مطیع اللہ سلفی صاحب کو ڈاکٹر لکھا ہے۔ میں مولانا کو اس اعزازی ڈگری کا مستحق قرار پانے پر بصمیم قلب بہت بہت مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مرکزی دارالعلوم کی داغ بیل اور اس کے قیام کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں مولانا موصوف کا جو موقف ہے اور جس کو انہوں نے اپنی کتاب میں تفصیل سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مولانا سے پیشتر فاضل گرامی مولانا عبدالرزاق سلفی رحفظہ اللہ اس کو اپنی ایک تصنیف میں پیش کر چکے ہیں، والفضل للمتقدم۔

اور ناچیز راقم الحروف مولانا عبدالرزاق صاحب کی کتاب پر استدراک کے طور پر لکھی گئی اپنی دوسری کتاب ''مرکزی دارالعلوم'' بنارس کے داغ بیل کی تاریخ میں مولانا موصوف کے مزعومہ دلائل پر نقد وتبصرہ اور ان کا رد کر چکا ہے، ناچیز نے اپنی اس کتاب میں اپنے اس ارادہ کا بھی اظہار کیا تھا کہ آئندہ اس موضوع پر مزید کچھ لکھنے کا ارادہ نہیں ہے'' ص۵) کیونکہ مجھے یقین تھا کہ فاضل گرامی مولانا عبدالرزاق صاحب نے اپنی کتاب میں اپنے موقف کی حمایت وتائید میں جو مزعومہ دلائل وشواہد جمع کردیئے ہیں اس موضوع پر آئندہ لکھنے والا کوئی ان مزعومہ شواہد کی تکرار اور مواد ونقول میں اضافہ کے علاوہ نفس دلائل وشواہد مزعومہ میں شاید مزید دلائل وشواہد کا اضافہ نہیں کر سکے گا، چنانچہ مولانا مطیع اللہ سلفی رحفظہ اللہ کی کتاب کو پڑھنے کے بعد میں نے ایسا ہی پایا۔ اس لئے مولانا کی کتاب پر استدراک لکھنے کے لئے طبیعت نہ بروقت آمادہ ہوئی نہ درحقیقت اب آمادہ ہے، نہ اس کی ضرورت ہے، کیونکہ استدراک درحقیقت پیشگی ہو چکا ہے، لیکن بعض احباب کا اصرار ہے کہ بعض اخوان کی کچھ غلط فہمیوں اور بعض کی کچھ خوش فہمیوں کے ازالہ کے لئے چند باتوں کی نشاندہی اور کچھ استدراک ضروری ہے، بس اسی کے پیش نظر بادل ناخواستہ چند سطور ناظرین باتمکین کے پیش خدمت ہیں۔

ناچیز نے اس موضوع پر اپنی پہلی کتاب کے ص۱۹ میں حضرۃ العلام مولانا عبدالوہاب آروی رحمہ اللہ کی ایک تحریر پیش کرتے ہوئے ضمناً یہ لکھا تھا کہ اس سے ثابت ہے کہ مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی پیش کش عمائدین بنارس نے اکبر پور جمنی (سدھارتھ نگر) کے اخوان جماعت سے برس دن پہلے کی تھی، اس پر گرامی قدر مولانا عبدالرزاق سلفی کو بھی اعتراض تھا اور ڈاکٹر مولانا مطیع اللہ سلفی نے تو اس پر شدید نکیر کی ہے فرماتے ہیں:

آں محترم (ناچیز فیضی) نے (مولانا آروی رحمہ اللہ کی تحریر سے) کیسے اس کا استنباط کیا ہے، کم از کم خاکسار کے فہم وادراک سے بالاتر ہے، بس جو چیز سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ مولانا ممدوح کے ذہن وفکر میں جو بات تھی اس کو صفحۂ قرطاس پر تحریر فرماتے گئے۔ (مولانا کی کتاب ص۵۸)

حالانکہ مولانا کی نقد ونکیر کا جواب مولانا عبدالرزاق صاحب کی کتاب کے جواب میں تحریر شدہ میری کتاب میں پیشگی موجود ہے، اور مولانا نے اسے پڑھا بھی ہے۔ تفصیل وتوضیح کے لئے ملاحظہ ہو ناچیز کی کتاب ''مرکزی دارالعلوم بنارس کی داغ بیل کی تاریخ'' (ص۲۴ و۲۵) ایک بار پھر اس کی تفصیل پیش کر کے تکرار سے واقعی انقباض ہو رہا ہے۔ تاہم بالاختصار وہ نکتہ پیش کر دیتا ہوں جو مولانا موصوف جیسے فہیم وفطین کے فہم وادراک میں نہ جانے کیوں نہیں آسکا ہے، ملاحظہ ہو:

حضرۃ العلام مولانا آروی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اخبار اہل حدیث'' (دہلی) کے شمارہ مورخہ ۱۵/دسمبر ۱۹۵۸ء میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''تقریباً ایک سال پیشتر فاضل جلیل مولانا نذیر احمد رحمانی صدر الاساتذہ جامعہ رحمانیہ اور صاحب فضیلت مولانا عبیداللہ شیخ الحدیث مبارکپوری کی معرفت جماعت اہل حدیث بنارس کے رؤساء.....کا یہ پیغام مجھے ملا تھا کہ ایک بہت وسیع اور قیمتی زمین ہمارے پاس ہے، اگر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ''مرکزی دارالعلوم'' اہل حدیث کی عمارت کے لئے اس کو پسند کرے تو ہم لوگ بڑی خوشی کے ساتھ اس کو دینے کے لئے تیار ہیں۔'' (تاریخ مرکزی دارالعلوم ص۱۹، ۲۰)

دسمبر ۱۹۵۸ء سے تقریباً ایک سال پیشتر، ظاہر ہے محتاط حساب سے بھی اوائل ۱۹۵۸ء ہوگا، یعنی رؤسائے بنارس نے یہ پیشکش گویا جنوری/فروری ۱۹۵۸ء میں کی تھی اور مولانا نذیر احمد رحمانی اور مولانا عبیداللہ رحمانی شیخ الحدیث جیسے اعاظم جماعت کی معرفت کی تھی۔

اور مولانا آروی ہی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اکبر پور جمنی کے اخوان اہل حدیث نے زمین کی پیش کش اکتوبر ۱۹۵۸ء میں منعقد مجلس عاملہ کے اجلاس مالیگاؤں کے موقع پر مالیگاؤں بذریعہ رجسٹری خط بھیج کر کی تھی، (ترجمان، دہلی، شمارہ مورخہ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

اس سے آفتاب نیمروز کی طرح یہ حقیقت روشن ہے کہ روسائے بنارس کی پیش کش اخوان اکبر پور جمنی کی پیش کش سے پہلے کی گئی تھی۔ کون نہیں جانتا کہ سال کا ماہ جنوری/فروری اس سال کے ماہ اکتوبر سے پہلے ہوتا ہے۔ اب یہ روشن حقیقت بھی کسی کے فہم وادراک میں نہ آئے تو قارئین ہی فیصلہ فرمائیں یہ قصور کس کا ہے؟

دونوں پیش کش میں فرق ہے تو یہ ہے کہ رؤسائے بنارس کی پیش کش جماعت وجمعیۃ کے ارکان اعاظم کی معرفت ہے، اور اخوان جماعت اہل حدیث جمنی کی پیش کش رجسٹری خط کی معرفت ہے، میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ ایسے اعاظم جماعت وجمعیۃ کا واسطہ کوئی معمولی واسطہ ہے، یا اخوان جمنی کے رجسٹری خط سے کم موقر ہے کہ

ہمارے مولانا مطیع اللہ صاحب اس پر بلا سوچے سمجھے۔ بلا واسطہ نہیں بالواسطہ کی پھبتی کس رہے ہیں۔

مولانا آروی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تحریروں میں جو اخوان جمنی کی پیش کش کے روٴساء بنارس کی پیش کش سے پہلے ہونے کی تصریح ملتی ہے (جیسا کہ ہمارے مولانا نے نقل فرمایا ہے) تو میرے نزدیک یہ تضاد یا تعارض نہیں ہے، اور اگر بظاہر تعارض ہو تو جمع وتطبیق واضح ہے، یعنی نفس پیش کش تو بہر حال عمائدین بنارس ہی کی مقدم ہے اور پہلے ہے، البتہ تحریری پیش کش اخوان جمنی کی مقدم اور پہلے ہے، مذکورہ بالا دونوں قسم کی تحریریں مولانا آروی ہی کی ہیں اس لئے ان میں تعارض اور ٹکراوٴ دکھانے کے بجائے اس سے بچنا اور جمع وتطبیق ہی اولی ہے۔

بہر حال میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ یہ تقدم وتاخر کی بحث میرے نزدیک ضمنی بحث ہے، تاریخ مرکزی دارالعلوم کے بارے میں میرے موقف سے اس بحث کا کوئی راست بنیادی تعلق نہیں ہے، جیسا کہ میں نے اس موضوع پر اپنی دوسری کتاب میں اس کی توضیح وتصریح کردی ہے، اگر چہ ہمارے مولانا سلفی نے اس بحث کو اولیت دی ہے اور گویا بنیادی بحث قرار دے رکھا ہے۔

ناچیز نے زیر گفتگو موضوع پر اپنی پہلی کتاب پھر دوسری کتاب (ص۵۲) میں عرض کیا تھا کہ:

نوگڈھ کانفرنس (نومبر ۱۹۶۱ء) کی قرارداد اور اس موقع سے منعقد آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کی میٹنگ اور اس کی کارروائی پڑھئے اور دیکھئے اور دکھایئے کہ کیا کسی میں عمائدین بنارس کے نوگڑھ کانفرنس کے موقع پر مرکزی دارالعلوم کے لئے بنارس میں اپنی زمین وقف کرنے، اور مجلس عاملہ (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس ونوگڑھ کانفرنس) میں اس پیش کش اور وقف سے متعلق کسی میٹنگ میں کوئی ایجنڈا اور اس پر غور وخوض کے بعد اس کو منظوری دینے، اور بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام کا فیصلہ لئے جانے اور اس کے لئے کوئی خاکہ مرتب کرنے اور کوئی نقشہ بنوانے، اور کارپوریشن بنارس میں اس نقشہ کو داخل کرنے اور منظوری لینے وغیرہ امور کا کوئی ذکر ہے؟ حالانکہ یہی تو اصل دلیل وسند ہے۔

اور جب ان بنیادی امور کا نوگڈھ کانفرنس کی قرارداد اور اس موقع کی مجلس عاملہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی کسی میٹنگ اور کارروائی میں کوئی ذکر مذکور نہیں ہے، بلکہ ان امور کا نوگڈھ کانفرنس سے پہلے انجام پذیر ہونا مستند اور مدلل طور پر ثابت ہے، تو مولانا عبدالرزاق ومولانا مطیع اللہ وغیرہ کا یہ موقف کہ ”مرکزی دارالعلوم بنارس نوگڈھ کانفرنس کی ہی دین ہے“ بے دلیل اور بے سند ہے، یہ محض بیجا ادعاء ہے، کوئی دعویٰ مجرد عن الدلیل تکرار در تکرار سے مستند نہیں ہوجائے گا۔

☆ مولانا عبدالرزاق ومولانا مطیع اللہ صاحبان ایسی کسی قرارداد اور ایسی کسی کارروائی اور ایسی کسی تجویز کا جو نوگڈھ کانفرنس میں پیش اور پاس ہوئی ہو نہیں پاسکے نہ پیش کرسکے تو بمصداق الغریق یتشبث بالحشیش، مولانا داوٴد راز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مضمون میں وارد ایک جملہ بہ سلسلہ مرکزی دارالعلوم تجویز پاس کردہ در اجلاس نوگڈھ“ کا سہارا لینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لیکن مولانا راز صاحب نے جس تجویز کی طرف اشارہ فرمایا ہے ہمارے دونوں کرم فرماوٴں نے اس کو پیش کرنے سے دانستہ گریز کیا ہے، کیونکہ اس کو ذکر کردیتے تو اصل حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی اور سب کو معلوم ہوجاتا کہ وہ تجویز مرکزی دارالعلوم سے متعلق ناچیز کے موقف کے حق میں ہے، اس سے میرا ہی موقف ثابت ہوتا ہے، ایسا بھی نہیں کہ وہ تجویز اور اس کی تفصیل ہمارے دونوں کرم فرما افاضل کی نظر میں نہ ہو، بالکل سامنے ہے میری دونوں کتابوں میں یہ تفصیل مذکور ہے، پھر بھی ان حضرات نے اس سے بالکلیہ چشم پوشی کو ترجیح دی ہے، آخر کیوں؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے، یہ میرے مزاج کے خلاف ہے کہ میں اس کو مغالطہ دہی، یا خیانت وتلبیس سے تعبیر کروں، مگر یہ بہر حال قابل اعتراض اور موجب گرفت تو ضرور ہے۔ اس کی پوری تفصیل پیش کروں تو تکرار لازم آئے گی اس لئے قارئین سے گذارش ہے کہ مزید توضیح وتفصیل کے لئے دیکھیں میری دوسری کتاب ص ۳۶-۳۹)

مولانا راز رحمۃ علیہ کی تحریر کا بیجا سہارا لے کر دونوں افاضل نے اس ناچیز سے متعلق جو تلخ نوائی کی ہے، مجھے اس کی نہ کوئی تکلیف ہے نہ کوئی شکایت ہے بلکہ

بدم گفتی وخورسندم جزاک اللہ، نکو گفتی

۳۔ ہمارے افاضل گرامی مولانا عبدالرزاق ومولانا مطیع اللہ صاحبان اور ان کے ہم خیال اخوان کا دعوی ہے کہ مرکزی دارالعلوم بنارس نوگڈھ کانفرنس کی ہی دین ہے، وہیں اس کے بنارس میں قیام کا قطعی فیصلہ ہوا، وہیں اس کا خاکہ مرتب ہوا، اس سے پہلے اس کے بنارس میں قیام کا نہ کوئی فیصلہ ہوا تھا نہ کوئی خاکہ مرتب ہوا تھا نہ کوئی نقشہ وغیرہ بنا تھا۔

اس ادعاء بیجا کی نقاب کشائی کے لئے میں نے اپنی دونوں کتابوں میں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کی تکرار کے بجائے خود مولانا مطیع اللہ صاحب کی کتاب سے مولانا آروی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے چند اقتباسات پیش کردینا کافی سمجھتا ہوں، واضح رہے اور ذہن میں رہے کہ یہ سب تحریریں نوگڈھ کانفرنس کے تصور سے پہلے کی یعنی ۱۹۵۹ء کی ہیں۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

الف: اخبار اہل حدیث (دہلی) مورخہ ۱۵/مارچ ۱۹۵۹ء میں مولانا آروی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

”مرکزی دارالعلوم کی عمارت کے لئے عمائدین بنارس کی طرف سے گراں قدر زمین کی جو پیش کش ہوئی تھی اس پر غور اور اس سلسلہ میں عملی اقدام کے لئے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کا خصوصی اجلاس یکم مارچ ۱۹۵۹ء میں طلب کیا گیا تھا۔۔ مجلس عاملہ کے اس اجلاس میں متعدد اہم تجویزیں باتفاق رائے منظور ہوئیں۔

(ا) ایک تجویز میں محترم عمائدین بنارس کی اس اہم اور قیمتی پیش کش کو قبول کرتے ہوئے ماہرین فن تعمیر کے مشورہ سے مرکزی دارالعلوم کی عمارت کا خاکہ تیار کرنے اور نقشہ بنوا کر بنارس کارپوریشن سے منظور کرانے کے لئے ارباب علم وفضل ودیگر اعیان پر مشتمل گیارہ افراد کی ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔'' (مولانا مطیع اللہ صاحب کی کتاب ص ۶۵)

ب: اس سلسلہ کی ایک اور تحریر میں جو ''ترجمان'' دہلی شمارہ مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی تھی مولانا آروی رحمہ اللہ رقم فرماتے ہیں:

''مرکزی دارالعلوم بنارس کے سلسلہ میں دو سب کمیٹیاں بنائی گئی تھیں ایک دارالعلوم کا خاکہ تیار کرنے اور اس کو ضابطہ کے مطابق بنارس کارپوریشن سے منظور کرانے کے لئے دوسری سب کمیٹی دارالعلوم کی تعمیر کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کے لئے، اور دونوں کمیٹیوں کے کنوینر مولانا نذیر احمد رحمانی منتخب ہوئے تھے۔ (مولانا کی کتاب ص ۶۷)

ج: اور ترجمان مورخہ یکم جولائی ۱۹۵۹ء میں زیر عنوان ''مجلس عاملہ کی قرارداد پر ایک نظر'' علامہ آروی رقم طراز ہیں۔

''یکم مارچ ۱۹۵۹ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کا جو اجلاس مدن پورہ بنارس میں ہوا تھا اس میں.....مرکزی دارالعلوم کی تاسیس وتعمیر کے سلسلہ میں دو سب کمیٹیاں بنادی گئی تھیں، ایک دارالعلوم کی عمارت کا خاکہ تیار کرنے کے لئے اور دوسری مرکزی دارالعلوم کی تعمیر کے واسطے سرمایہ فراہم کرنے کے لئے۔

مرکزی دارالعلوم کے سلسلہ میں اب تک کتنا کام ہوا ہے اس کی تفصیل تو مجھے معلوم نہیں، ہاں بنارس کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ عمارت کا نقشہ تیار ہورہا ہے۔'' (مولانا کی کتاب ص ۶۹)

د: نقشہ کی تیاری میں تاخیر پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا آرویؒ ترجمان دسمبر ۱۹۵۹ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''خطوط کے ذریعہ یاددہانی کے بعد اکتوبر ۱۹۵۹ء میں خاکسار بنارس پہنچا، اور اتفاق سے نقشہ تیار کرنے والے صاحب بھی سفر سے آگئے تھے محترم حاجی محمد صدیق صاحب، حاجی محمد فاروق صاحب، مولانا عبدالاحد صاحب، مولانا عبدالمتین صاحب ،مولانا نذیر احمد رحمانی اور اس خاکسار نے خاکہ کو دیکھا اور کافی غور وفکر اور بحث وتمحیص کے بعد کچھ جزوی ترمیم کا فیصلہ ہوا، نقشہ میرے سپرد کیا گیا، آرہ پہونچ کر جزوی ترمیم کرادی گئی، اور استصواب رائے کی غرض سے ''ترجمان'' یکم دسمبر ۱۹۵۹ء کے شمارہ میں شائع کرادیا گیا۔

امید ہے کہ آل انڈیا اہل حدیث کی مجلس عاملہ وشوری کے اراکین اور جماعت کے اہل قلم اور اہل الرائے اور اہل فن حضرات اس نقشہ کو بغور ملاحظہ فرما کر اپنی رایوں سے جلد مطلع فرمائیں گے تاکہ اس کو باقاعدہ بنارس کارپوریشن سے منظور کرانے کے بعد کام کا آغاز کردیا جائے۔ (مولانا کی کتاب ص ۷۳)

☆ اور ''ترجمان'' یکم دسمبر ۱۹۵۹ء سرورق پر ''شعاع نور اور شاندار مستقبل کی روشن کرنیں'' کی سرخی کے تحت تحریر ہے:

بصد الحمد ہر آں چیز کہ خاطرمی خواست
آخر آمد زدیوار پدید

جماعت کی مرکزی درسگاہ یا اہل حدیث یونیورسٹی کا ابتدائی خاکہ ''ترجمان'' کی زیر نظر اشاعت میں شائع ہورہا ہے، حالات کی ہر طرح کی ناسازگاریوں کے باوجود ''زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ ستیز'' کے اصول پر پوری جماعت کو عمل پیرا ہونا ہے۔'' (مولانا کی کتاب ص ۷۱)

قارئین کرام مذکورہ بالا تصریحات کو مکرر پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا قائد جماعت وصدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس مولانا عبدالوہاب آروی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا تحریریں اس حقیقت پر بہ وضاحت وصراحت دلالت نہیں کرتیں کہ عمائدین بنارس کی مرکزی دارالعلوم کی عمارت کے لئے بنارس میں زمین کی پیش کش، اور اس کی جماعت کی طرف سے منظوری، اور اسی پر مرکزی دارالعلوم کے قیام کا قطعی فیصلہ اور دارالعلوم کا خاکہ اور اس کا نقشہ یہ سب نومبر ۱۹۶۱ء یعنی نوگڈھ کانفرنس سے پیشتر انجام پذیر ہوچکے تھے، مولانا آروی رحمہ اللہ کی یہ تحریریں یہ تصریحات جو ہمارے مولانا مطیع اللہ سلفی کی ہی کتاب میں مندرج ہیں یقینی طور پر ان سب امور پر دلالت کرتی ہیں، تو پھر میں تاریخ کے ساتھ کیا زیادتی کرتا ہوں اگر یہ کہتا ہوں کہ

''مرکزی دارالعلوم بنارس کی داغ بیل'' نومبر ۱۹۶۱ء سے پہلے یعنی نوگڈھ کانفرنس سے پہلے پڑچکی تھی، یہ تو مولانا آروی کی تحریروں اور تصریحات کا بالکل بدیہی مدلول ہے، اب اسے کوئی قبول کرے نہ کرے اس کی مرضی، مگر میرے نزدیک تو حقیقت یہی ہے، اور میں پورے شرح صدر کے ساتھ اس حقیقت واقعیہ کو مانتا ہوں خواہ کچھ لوگ میرے خلاف قرارداد مذمت واحتجاج پاس کریں کرائیں یا ناچیز کو گردن زدنی قرار دے دیں، اس سے حقیقت واقعیہ بدل نہیں جائے گی، گلیلو کی گردن کشی کے باوجود زمین کی ہیئت وہی رہی جس کا اس نے انکشاف کیا تھا، اس کے قتل سے وہ حقیقت واقعیہ بدل نہیں گئی۔

(۴) مولانا مطیع اللہ صاحب نے ''غلط استدلال'' کے زیر عنوان میری طرف جو بات منسوب فرمائی ہے۔ وہ بالکل غلط انتساب ہے، مولانا رقم طراز ہیں:

''مولانا موصوف (ناچیز فیضی) نے اپنے مفروضہ ومزعومہ خیالات کی تائید وتوثیق میں ''اخبار اہل حدیث'' دہلی کے معاون مدیر حکیم عبدالشکور کا درج ذیل بیان پیش کیا ہے:

''اہل حدیث کانفرنس جو ایک عرصہ دراز سے مرکزی درسگاہ کی تحریک اپنے آرگن ''ترجمان'' میں کرتی آرہی ہے.....اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنارس کے

احباب ''مرکزی دارالعلوم'' کے لئے آراضی وقف کر چکے ہیں اور اب وہاں مرکزی مدرسہ کی بنیاد ڈالی جانے کی خبر ہے اللہ کرے انجام اچھا ہو' (اخبار اہل حدیث، یکم اپریل ۱۹۵۹ء)

مولانا ممدوح (ناچیز فیضی) کی تحریر کی بنیاد اسی ''اخبار اہلحدیث'' کے اقتباس پر کھڑی ہے۔'' (مولانا کی کتاب ص ۷۹)

حالانکہ یہ بالکل غلط ادعاء ہے، ناچیز کے موقف کی بنیاد مجلس عاملہ کے اہم اجلاس مارچ ۱۹۵۹ء منعقدہ بنارس اور اجلاس ۱۹۶۰ء منعقدہ دہلی کی کارروائیوں پر استوار اور قائم ہے، نیز قائد جماعت مولانا آروی رحمہ اللہ کے بیانات پر مستحکم ہے جن میں سے بعض گذشتہ سطور میں درج ہوئے، انصاف پسند قارئین میری کتابیں دیکھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے مولانا شاید دانستہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں، اور غلط استدلال کی نسبت خاکسار کی طرف کر رہے ہیں، کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔

(۵) روسائے بنارس کی مرکزی دارالعلوم کے لئے بنارس میں زمین کی پیش کش پر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ بنارس مارچ ۱۹۵۹ء میں غور وخوض ہوا اس پیش کش کو بصد شکریہ منظوری دی گئی اور اسی میٹنگ میں بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام کا قطعی فیصلہ لیا گیا اور دارالعلوم کا خاکہ مرتب ہوا اور اس کی عمارت کا نقشہ بنانے کے لئے کمیٹی کی تشکیل ہوئی اور یہ کام اعیان بنارس کے ذمہ کیا گیا، انہوں نے ایک ابتدائی نقشہ بنوایا بھی جسے استصواب کے لئے ''ترجمان کے شمارہ دسمبر ۱۹۵۹ء میں شائع بھی کر دیا گیا، جیسا کہ بیان ہوا۔

لیکن عمارت کا پختہ نقشہ بنوانے اور بنارس کارپوریشن سے منظوری لینے کے کام میں اعیان بنارس سے سستی اور تاخیر ہوئی، تو اس پر غور وخوض کے لئے اکتوبر ۱۹۶۰ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کی دہلی میں میٹنگ ہوئی اور اس میں اس مسئلہ پر غور وخوض کے بعد ایک متبادل سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی، اور یہ کام اس کمیٹی کے سپرد کرنے کا فیصلہ لیا گیا، اور اس فیصلہ سے اعیان بنارس کو مطلع کیا گیا، تو عمائدین بنارس نے اس سے متاثر ہو کر یہ جواب دیا کہ ''ہم لوگ اس کام کو خود ہی انجام دیں گے، اور اس کے لئے ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے''۔ چنانچہ اس کمیٹی نے مستعدی اور سرگرمی دکھائی اور اکتوبر ۱۹۶۰ء تا نومبر ۱۹۶۱ء کی مدت میں (نہ کہ چند ایام میں جیسا کہ ہمارے مولانا مطیع اللہ صاحب نے پھبتی چست کی ہے) مرکزی دارالعلوم کے شایان شان ایک شاندار نقشہ بنوایا اور اس کو بنارس کارپوریشن میں منظوری کے لئے داخل کیا، اور اس کارروائی اور پیش رفت سے محترم صدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس مولانا آروی کو نومبر ۱۹۶۱ء سے پہلے خط لکھ کر مطلع بھی کیا اور تعمیر شروع کرنے کے لئے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے سرپرستی کی درخواست کی، اس کا ذکر خود صدر محترم نے نوگڈھ کانفرنس کے خطبہ صدارت میں کیا ہے۔

ناظرین اس واقعی صورت حال کو پیش نظر رکھیں اور دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ کیا اعیان بنارس کا جواب اور نقشہ بنوانے کی ذمہ داری پوری کرنے کا ان کا عزم، اور اس ذمہ داری کو انجام دینا اور نقشہ بنوانا اور صدر محترم کو اس سے مطلع کرنا اور سرپرستی کرنے کی درخواست کرنا، اس پورے عمل میں عمائدین بنارس کی طرف سے کون سی بدعہدی ہوئی ہے کہ ہمارے مولانا مطیع اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر ذی شعور کی نگاہ میں یہ نقض عہد و پیمان ہے۔'' (ص ۷۸)

عمائدین بنارس کو بدعہدی سے متہم کرنے کے بجائے ان کی سستی کی شکایت تو یقیناً کی جا سکتی ہے، خود ناچیز کو بھی یہ شکایت ہے، جیسا کہ میری پہلی کتاب کے ص ۲۹ میں مذکور ہے، مگر نقض عہد کا طعنہ بڑی زیادتی ہے۔

ہمارے مولانا موصوف نے اسی سلسلہ کلام میں ایک دوسرا طعنہ یہ دیا ہے کہ مولانا ممدوح (ناچیز فیضی) کی تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو کام ایک سال ۶ ماہ میں نہ ہو سکا وہ ''چند ایام'' میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا''۔

حالانکہ ناچیز نے چند ایام میں کام ہو جانے کا کوئی ذکر واشارہ بھی نہیں کیا ہے، اور ''چند ایام'' کیا؟ تقریباً ایک سال۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء تا نومبر ۱۹۶۱ء کا وقت ملا، کیا ایک سال یا چھ سات ماہ کی مدت کوئی نقشہ بنوانے اور کارپوریشن سے منظوری حاصل کرنے کے لئے کوئی اتنی کم مدت ہے کہ اس مدت میں یہ کام نہیں ہو سکتا؟ یہ سب چاہنے اور مستعدی کے بعد بھی انجام پذیر نہیں ہو سکتا؟ سستی اور نہ چاہنے کی صورت میں بات دیگر ہے۔

مولانا موصوف اور ان کے ہمنوا اخوان کو معلوم نہیں اس قسم کے اتہامات سے کیوں ایسی دلچسپی ہے کہ ایک فاضل نے بزرگان بنارس کو بالغ نظری سے محروم قرار دیا تو ہمارے مولانا صاحب نے ان کو نقض عہد کا مرتکب ٹھہرایا، اور ایک فاضل جلیل نے خاکسار ہیچمداں کو خیانت وتلبیس کرنے سے متہم کیا، حالانکہ اپنی بات اس قسم کے اتہامات سے زبان وقلم کو ملوث کئے بغیر بھی کہی اور لکھی جا سکتی ہے۔ اللہم عفوا

(۶) عمائدین بنارس ناظم انجمن جامعہ رحمانیہ وغیرہ کی مذکورہ بالا یہ درخواست کہ ہم چاہتے ہیں کہ مرکزی دارالعلوم کی تعمیر کا کام ہم آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی سرپرستی میں انجام دیں، اس درخواست پر نوگڈھ کانفرنس کے موقع پر اس کے انعقاد سے ایک روز پہلے ۱۵/نومبر ۶۱ء کو منعقد ہونے والی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی میٹنگ میں غور وخوض ہوا تھا، اور سرپرستی کی اس درخواست کو قطعی منظوری دینے کے بجائے کچھ وضاحت طلب امور کی عمائدین بنارس کی طرف سے وضاحت آنے پر معلق رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا، اور اس سے عمائدین بنارس کو بذریعہ مکتوب مطلع کر دیا گیا تھا.... عمائدین بنارس نے جلد ہی اس کا جواب دیا۔

میں نے ان باتوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی پہلی کتاب (ص ۳۵) میں لکھا تھا کہ:

ناظم انجمن جامعہ رحمانیہ کی طرف سے جواب موصول ہونے پر مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۲۴-۲۶/نومبر ۱۹۶۲ء بمقام مسجد حوض والی نئی سڑک، دہلی میں یہ کارروائی پاس ہوئی۔

آگے پوری کارروائی کا ذکر ہے جس میں ناظم صاحب کے جوابی مکتوب کے

مشمولات کا بھی ذکر آ گیا ہے، چونکہ ناظم صاحب کے مکتوب کا متن مجھے نہیں ملا تھا اس لئے میں اس کو ذکر نہیں کر سکا تھا، لیکن جیسا کہ بیان ہوا کارروائی میں اس خط کے مشمولات آ گئے تھے، اس پر ہمارے مولانا صاحب کا نقد و تبصرہ یہ ہے کہ اس جگہ صرف کارروائی تحریر فرما رہے ہیں اور ایجنڈا حذف کر رہے ہیں۔ ایسا کیوں؟ (ص ۱۰۵)

حالانکہ ایجنڈا پہلے مذکور و مسطور ہے یعنی ''ناظم جامعہ رحمانیہ کا خط موصول ہونے پر یہ کارروائی پاس ہوئی''۔ ظاہر ہے کہ یہی جوابی خط ایجنڈا ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا تھا۔ ایجنڈا عموماً مختصر بالاجمال ہی ہوتا ہے، کارروائی میں بہت کچھ تفصیل آ جاتی ہے، ایجنڈا کو مفصل ذکر نہ کرنے کو کتر بیونت سے تعبیر کرنا اور پھر اس پر نقد و طعن کے لئے الفاظ نہ پانے کا بہانہ کر کے شدید نقد و طعن کرنا مولانا جیسے فصیح البیان ہی کا کام ہے۔ مولانا خواہ مخواہ اپنے عاجز البیان ہونے کا عذر کر رہے ہیں، عذر گناہ بدتر از گناہ، اور اگر الفاظ نہیں مل پا رہے تھے تو محترم فاضل لبیب و ادیب مولانا وحیدی صاحب حفظہ اللہ ورعاہ سے رجوع کر لیا ہوتا، انہوں نے تو خاکسار کو متہم کرنے کے لئے ''خیانت و تلبیس'' کے الفاظ استعمال کر لئے ہیں، آپ کے نزدیک اگر یہ الفاظ ہلکے تھے تو وہ آپ کو اور وزن دار الفاظ منتخب کر کے دے دیتے اور انہی الفاظ میں مولانا دل کی بھڑاس نکال لیتے۔ توبہ! استغفر اللہ!

مولانا نے ناچیز پر تو یہ اعتراض کیا کہ میں نے کارروائی ذکر کی ایجنڈا ذکر نہیں کیا، حالانکہ وہیں ایجنڈا بھی بالاجمال مذکور ہے، لیکن مولانائے محترم نے اس کے بعد ہی مولانا راز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں جس کارروائی کا ذکر کیا ہے اس کا ایجنڈا بھی گویا مذکور نہیں ہے اور اگر مذکور ہے تو میری ہی طرح بالاجمال۔ لیکن مولانا کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ فیاللعجب

☆ ہمارے مولانا یہاں حضرت مولانا راز دہلوی رحمہ اللہ کے جس جملہ سے میری نقاب کشائی کا دعوی کر رہے ہیں وہ جملہ خود مولانا کی نقاب کشائی کر چکا ہے جیسا کہ نمبر (۲) میں تفصیل مذکور ہوئی۔ میں نے اپنی دونوں کتابوں میں بہ سلسلہ مرکزی دارالعلوم ''تجویز'' پاس کردہ در اجلاس نوگڈھ کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو پہلی کتاب ص ۳۵، اور دوسری کتاب ص ۳۶، اس تجویز پر میرے ہاتھ رکھنے اور چھپانے کا کوئی سوال ہی نہیں، البتہ مولانا صاحب اس تجویز کے ذکر سے دانستہ چشم پوشی کر رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نمبر (۲) میں بیان کر چکا ہوں، مولانا اس تجویز کو ذکر کر دیتے تو حقیقت نکھر کر سامنے آ جاتی اور معلوم ہو جاتا کہ وہ تجویز مرکزی دارالعلوم بنارس کے قیام کی تاریخ کے بارے میں تمام تر میرے موقف کے حق میں ہے نہ کہ خلاف، اسی واسطے اس تجویز کو نہ مولانا ذکر کر رہے ہیں نہ مولانا عبدالرزاق صاحب نے لکھا ہے، کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

☆ مذکورہ تجویز متعلقہ مرکزی دارالعلوم بنارس کا ناظم و اراکین انجمن جامعہ رحمانیہ کی طرف سے جو حوصلہ افزا جواب دفتر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کو موصول ہوا تھا وہ نوگڈھ کانفرنس نمبر، ترجمان یکم جنوری ۱۹۶۲ء میں ص ۶۳ پر شائع شدہ ہے، لیکن اس یادگاری نمبر کی جو فوٹو کاپی مجھے کرم فرما مولانا عبدالمنان سلفی حفظہ اللہ (جھنڈانگر) سے موصول ہوئی تھی وہ آخر سے ناقص تھی کئی صفحات نہیں تھے، اور اسی حصہ میں ناظم صاحب کا وہ خط مندرج تھا اس لئے مجھے اس کا علم نہیں ہو سکا اور میں اپنی پہلی کتاب میں اس کو درج نہیں کر سکا تھا، لیکن دوسری کتاب کی ترتیب کے وقت مولانا مطیع اللہ صاحب سے میرا رابطہ ہوا تو انہوں نے بتایا کہ ان کے پاس مکمل نمبر موجود ہے اور پھر میری درخواست پر موصوف نے بقیہ صفحات کی فوٹو کاپی مجھ کو بھیج دی اور میں نے مولانا کے شکریہ کے ساتھ ناظم صاحب انجمن جامعہ رحمانیہ کے مکمل مکتوب کو اپنی دوسری کتاب میں درج کیا ملاحظہ ہو ص ۸۷

اس مکتوب گرامی میں میرے موقف کے خلاف ظاہر ہے کہ کچھ نہیں ہے، اس لئے اس کو شامل کتاب نہ کرنے اور اس سے چشم پوشی کرنے کا کوئی سوال نہیں۔ اور مجھے اس سے اغماض کا طعنہ بے معنی ہے۔

واضح رہے مولانا مطیع اللہ صاحب سے میرا یہ رابطہ اس وقت ہوا تھا جب ان کی کتاب ابھی شائع نہیں ہوئی تھی اور شاید ابھی زیر ترتیب تھی۔ ترتیب کے آخری مرحلہ میں تھی۔

(۷) مولانائے محترم نے عمائدین جماعت کے جو بیانات نقل فرمائے ہیں وہ تقریباً سب وہی ہیں جو کرم فرما مولانا عبدالرزاق صاحب اپنی کتاب میں پیش کر چکے ہیں، اور میں نے ان کے ان بیانات سے استشہاد کا اپنی دوسری کتاب میں جو مولانا عبدالرزاق صاحب کی کتاب پر استدراک کے طور پر ترتیب دی گئی تھی مکمل پوسٹ مارٹم کر دیا ہے، جیسا کہ بہت سے قارئین نے پڑھا ہوگا، خواہش مند حضرات اس بحث کو اسی کتاب میں پڑھیں۔

نوٹ: میں ادھر کئی ماہ سے دل کی بیماری میں مبتلا رہا حتی کہ خطرناک آپریشن اور بائی پاس سرجری کرانا پڑا۔ بایں سبب میں کئی ماہ سے کچھ پڑھنے لکھنے سے معذور رہا۔ آپریشن جو ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۷ء کو شوبھم ہسپتال میں ڈاکٹر مہیبت سکسینہ نے بڑی مہارت سے کیا الحمد للہ بہت کامیاب رہا۔ اور میں بفضل اللہ وکرمہ اس وقت روبصحت ہوں فالحمد للہ ولہ المنہ، اخوان کرام کی مسلسل دعاؤں کا بھی بہت بہت شکریہ، مزید دعاؤں کی درخواست ہے۔

آپریشن کے تقریباً دو ماہ بعد ڈاکٹر نے کچھ پڑھنے لکھنے کی اجازت دی، تو سوچا کہ اسی زیر عنوان موضوع پر کچھ تسوید کر ڈالوں کہ اس کے لئے نہ مزید مطالعہ کرنے کی کوئی ضرورت ہوگی نہ لکھنے میں کچھ محنت کرنی پڑے گی، یہ قلم برداشتہ ہو جائے گا، چنانچہ یہی ہوا، اور ماتیسر قارئین کی خدمت میں حاضر ہے، ان سطور کی تسوید کی غرض اس بحث کو آگے بڑھانا نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ تمہید میں ذکر کیا گیا بس کچھ غلط فہمیوں اور کچھ خوش فہمیوں کا ازالہ کر دینا ہے۔ واللہ تعالیٰ من وراء القصد بیدہ التوفیق۔

☆☆☆

جماعتی خبریں

سہ روزہ تنظیمی ، تربیتی واصلاحی عظیم الشان اجلاس عام:

حافظ عبدالقیوم صاحب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کے بموجب مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی، ناظم عمومی فضیلۃ الشیخ محمد ہارون سنابلی اور ناظم مالیہ محترم جناب وکیل پرویز صاحب حفظہم اللہ کی مورخہ 8/ دسمبر 2017ء کو حیدرآباد آمد کے موقع پر سہ روزہ تربیتی، تنظیمی واصلاحی خطابات زیر اہتمام صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ رکھے گئے۔ تینوں دن امیر محترم نے جامعۃ المفلحات کی جامع مسجد میں فجر کی امامت کی اور علمی انداز میں درس قرآن دیا۔

8/ دسمبر 2017ء بروز جمعہ امیر وناظم صاحبان کے خطبات جمعہ کا اہتمام ہوا، امیر محترم نے خطبۂ جمعہ مسجد محمد یہ اہل حدیث لنگر حوض حیدرآباد میں دیا اور ناظم عمومی نے مسجد اہل حدیث چنچل گوڑہ میں خطبۂ جمعہ دیا۔

8/ دسمبر 2017ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب وعشاء نانڈور جامع مسجد میں قضیہ فلسطین ویروسلم اور بیت المقدس کے سلسلہ میں رقت آمیز خطاب فرمایا جو تازہ تازہ یروشلم کو اسرائیلی دارالسلطنت بنانے ردعمل میں تھا۔ مغرب تا 10/ بجے رات بمقام نیشنل فنکشن ہال تانڈور بصدرات مولانا عبدالرحیم مکی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ خطاب عام کا اہتمام کیا گیا جس میں فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی/ حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند وفضیلۃ الشیخ محمد ہارون سنابلی/ حفظہ اللہ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند وفضیلۃ الشیخ محمد عبداللہ عمری مدنی/ حفظہ اللہ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تاملناڈو وپانڈیچری وفضیلۃ الشیخ محمد شمیم فوزی مدنی/ حفظہ اللہ ،فضیلۃ الشیخ ثناء اللہ مدنی/ حفظہ اللہ کے علمی ،اصلاحی وتربیتی خطابات ہوئے۔ اس موقع پر محترم جناب عبدالوکیل پرویز ناظم مالیہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے تاثرات پیش فرمائے۔ اس موقع پر مردوخواتین کی بہت بڑی تعداد شریکِ اجلاس رہی۔

9/ دسمبر 2017ء بروز ہفتہ مرکزی، صوبائی اور شہری ذمہ دارانِ جمعیت اہل حدیث نے صبح 10 بجے تا عصر شہر حیدرآباد کے بعض لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس وجامعات کا دورہ کیا۔ اور ذمہ داران مدارس کے علاوہ اساتذہ سے ملاقات رہی اور طلبہ وطالبات کو نصیحتیں کی گئیں۔

9/ دسمبر 2017ء بروز ہفتہ امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے مسجد محمد یہ اہل حدیث بی بی بازار چوراہا حیدرآباد میں نماز عصر کی امامت فرمائی اور بعد نماز **الدین النصیحة** کے عنوان پر بڑا ہی پُرمغز ومفید درسِ حدیث دیا۔ بعد نماز عصر تا مغرب بمقام دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ مرکزی ذمہ داران ومہمان علماء کرام کی صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کی جانب سے تکریم کی گئی اور امیر وناظم صاحبان نے خطاب بھی فرمایا۔

9/ دسمبر 2017ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب مسجد الصفہ معین باغ حیدرآباد میں بصدارت مولانا عبدالرحیم مکی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ خطاب عام کا اہتمام ہوا جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی نے خصوصی خطاب فرمایا اور مولانا محمد عبداللہ عمری مدنی/ حفظہ اللہ نے موت کی حقیقت اور رسول ﷺ کی وفات پر روشنی ڈالی۔

10/ دسمبر 2017ء بروز اتوار بمقام مسجد محمد یہ اہل حدیث لنگر حوض، بوقت دس (10:00) بجے تا رات 9:00 بجے زیر اہتمام صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ کل یومی تربیتی، تنظیمی واصلاحی عظیم الشان اجلاس عام کا انعقاد عمل میں آیا۔ یہ اجلاس عام تین نشستوں پر مشتمل تھا۔ جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی، ناظم عمومی فضیلۃ الشیخ محمد ہارون سنابلی اور ناظم مالیہ محترم جناب وکیل پرویز صاحب حفظہم اللہ کے علاوہ فضیلۃ الشیخ عبداللہ عمری مدنی (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تاملناڈو وپانڈیچری)، فضیلۃ الشیخ عبدالقدوس عمری (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش)، فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعید احمد عمری مدنی (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث آندھر پردیش)، فضیلۃ الشیخ شمیم فوزی مدنی (داعی جمعیت اہل حدیث)، فضیلۃ الشیخ طہ سعید خالد عمری مدنی (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث اڈیشہ)، فضیلۃ الشیخ صفی احمد مدنی (صدر مجلس علماء اہل حدیث تلنگانہ)، فضیلۃ الشیخ عبدالرحیم مکی (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ)، محترم جناب حافظ عبدالقیوم صاحب (ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ) فضیلۃ الشیخ محمد عبدالرحمٰن فاروقی (امیر جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد)، فضیلۃ الشیخ شفیق عالم خان جامعی (ناظم جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد) اور محترم جناب محمد عبدالوحید صاحب (ناظم مالیہ صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ)، محترم جناب شریف محمد بن غالب الیمانی الأشراف (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ)، محترم جناب محمد سلطان خان صاحب (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ)، محترم جناب میر احمد علی صاحب (نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ)، محترم جناب عبداللطیف خان (نائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ) محترم جناب محمد اسلم خان صاحب (ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا) اور دیگر صوبائی، ضلعی، شہری ومقامی ذمہ داران واراکین عاملہ وشوریٰ، ائمۂ مساجد وصدورا ورعلماء ودعاۃ حفظہم اللہ شریک اجلاس رہے۔

خطبۂ استقبالیہ محترم جناب حافظ عبدالقیوم صاحب حفظہ اللہ (ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ) نے پیش کیا۔ امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے ''امت مسلمہ کے مقصد وجود'' پر خطاب فرماتے کہا کہ انسانیت بیشمار مسائل سے دوچار ہے بیماری اور بھکمری کی شکار ہے، حق کی متلاشی ہے ان سب کی رہنمائی امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ ہمارے اسلاف وسائل کی کمی کے باوجود کتاب وسنت کی دعوت اور اس کی اشاعت کا کام انتہائی خلوص کے ساتھ کرتے تھے، آپ نے کہا کہ داعیوں کو مادیت سے نکل کر بلاخوف وخطر اخلاص کی بنیاد پر کام کرنا چاہئے۔ خطاب کے آخر میں سلفیت کی دعوت پیش کیا۔ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند فضیلۃ الشیخ محمد ہارون سنابلی حفظہ اللہ نے ''ملکی وملی مسائل کی یکسوئی میں جمعیت کا کردار'' کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا بنام ''آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس'' کا تذکرہ فرمایا جو 1906ء میں رجسٹریشن کرائی گئی، جس کے سب سے پہلے صدر حافظ محمد عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ منتخب ہوئے اور بحیثیت ناظم عمومی مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ منتخب ہوئے۔ اس ہندوستان میں آزادی سے قبل ہی 1936ء میں ملت بیشمار سنگین مسائل کا شکار ہوگئی اور ملی مسائل دن بہ دن بڑھتے گئے۔ اس ملک میں فسادات کی ایک لمبی تاریخ ہے، ملت میں ہونے والے انتشار وفسادات میں جمعیت اہل

حدیث نے بہترین رول ادا کیا اور ملت کے مسائل کے حل کے لئے ہر طرح کی کوششیں کیں۔ طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں جمعیت نے معیاری اور نمایاں رول ادا کیا، یکساں سول کوڈ کے سلسلہ میں جمعیت نے اپنا موقف ظاہر کیا، ملک کی عوام اور برادران وطن کی رہنمائی کے لئے جماعت پیش پیش رہی ہے۔

فضیلۃ الشیخ عبدالقدوس عمری حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش) نے ''زبان کی حفاظت'' کے عنوان پر خطاب فرمایا اور کہا کہ زبان ایک بڑی نعمت ہے اگر اس کا استعمال صحیح کیا جائے تو باعث رحمت ہے اور اگر غلط استعمال کیا جائے تو باعث زحمت ہے۔

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعید احمد عمری مدنی حفظہ اللہ نے ''تنظیم میں سمع وطاعت کی اہمیت'' کے عنوان پر مدلل انداز میں گفتگو کیا۔ فضیلۃ الشیخ شمیم فوزی حفظہ اللہ نے ''رسول اکرم ﷺ ایک مثالی شخصیت'' کے موضوع پر خطاب کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کی دعوت حکمت وموعظت سے پر تھی، آپ دنیا کی وہ واحد ممتاز شخصیت ہیں جن کے بارے میں غیر مسلموں نے اعتراف کیا ہے۔ آپ کا اپنوں اور پرایوں کے ساتھ یکساں سلوک تھا، ہر ایک کے ساتھ آپ نرمی اختیار فرماتے۔ آپ نے دور نبوی ﷺ کے چند واقعات بیان کرتے ہوئے سامعین کو اسوۂ رسول ﷺ کو اپنانے کی تلقین فرمائی۔ مولانا عبداللہ عمری مدنی حفظہ اللہ نے رسول اکرم ﷺ کی سیرت واخلاق کے درخشاں پہلو پر بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ مولانا صفی احمد مدنی حفظہ اللہ نے اخلاص، اجتماعیت، اتحاد اور علم کے حصول پر توجہ دلائی۔ فضیلۃ الشیخ طٰہٰ سعید خالد عمری مدنی حفظہ اللہ نے ''آپسی نزاعات کیسے حل کئے جائیں؟'' کے عنوان پر خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ جماعت کے ہر ہر فرد کی تربیت ضروری ہے، تزکیہ وتربیت ہی سے بہترین افراد تیار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو توحید وتقویٰ کے اختیار کرنے کے بعد تفرقہ سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ آپ نے کہا کہ دین میں اطاعتِ امیر کی بڑی اہمیت بتائی گئی ہے کہ اگر تم پر ایسا شخص بھی امیر بنا دیا جائے جو صورت وشکل میں کالا کلوٹا ہو لیکن وہ تقویٰ والا ہو، اس کی اطاعت لازم ہے۔ مولانا شفیق عالم خان جامعی حفظہ اللہ نے ''تنظیم کے اصول وضوابط'' کے موضوع پر خطاب کیا اور تنظیم کے ذمہ داران کے اندر کون کون سے اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔ اس کی وضاحت فرمائی۔ مولانا عبدالرحیم مکی حفظہ اللہ نے ذمہ داران کے اوصاف کیسے ہوں؟ تربیتی واصلاحی انداز میں مدلل خطاب فرمایا۔

یہ اجلاس عام تین نشستوں پر مشتمل رہا۔ حافظ اسلم (نائب امام مسجد محمدیہ لنگر حوض) کی تلاوت کلام پاک سے اس اجلاس کا آغاز ہوا۔ پہلی نشست صبح 10 بجے سے نماز ظہر تک رہی جس کی صدارت فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ اور نظامت شفیق الرحمٰن سلفی (استاذ جامعۃ الفلاح، حیدرآباد) نے فرمائی۔ دوسری نشست بعد نماز عصر تا نماز مغرب رہی جس کی صدارت فضیلۃ الشیخ محمد عبدالرحمٰن فاروقی حفظہ اللہ (امیر جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد) اور نظامت فضیلۃ الشیخ سید واجد حسن مدنی حفظہ اللہ (نائب امیر جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد) نے کی۔ تیسری نشست بعد نماز مغرب تا 9:00 بجے رات جاری رہی۔ جس کی صدارت فضیلۃ الشیخ صفی احمد مدنی حفظہ اللہ اور نظامت فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید آصف عمری حفظہ اللہ (نائب امیر جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد) نے فرمائی۔ اس موقع پر مہمان علماء کرام اور ذمہ داران جمعیت اہلحدیث کی خدمت میں شہری جمعیت اہلحدیث حیدرآباد وسکندرآباد کی جانب سے مومنٹو اور شال پیش کئے گئے۔ الحمد للہ یہ تینوں نشستیں بڑے ہی پرسکون اور پرامن طریقے پر چلیں اور یہ اجلاس عام اللہ کے فضل سے کامیاب وکامران رہا۔ تلنگانہ کے تمام اضلاع وشہر کے ذمہ داران، اراکین عاملہ وشوریٰ کے علاوہ علماء ودعاۃ، مساجد کے ائمہ وصدور اور عام جماعتی احباب وخواتین کثیر تعداد میں شریک اجلاس رہے۔ اور مقررین کے خطابات سے خوب استفادہ کیا۔ اخیر میں ناظم مالیہ صوبائی جمعیت اہلحدیث تلنگانہ جناب محمد عبدالوحید صاحب حفظہ اللہ نے تمام قائدین، علماء وحاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ (رپورٹ از: حافظ عبدالقیوم، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ)

المعہد الاسلامی السلفی رچھا بریلی میں چند اہم شخصیات کی تشریف آوری اور علمی خطابات:

(۱) ڈکٹور الطاف الرحمٰن حفظہ اللہ پروفیسر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ: مورخہ ۸/ جولائی ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ معہد میں تشریف لائے، بعد صلاۃ مغرب اراکین واساتذہ معہد کے ساتھ شیخ کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں تعلیم وتعلم سے متعلق اہم امور پر تبادلہ خیال ہوا، اس ضمن میں شیخ محترم نے بے حد مفید مشوروں سے نوازا اور معہد کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا اور اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔ عشاء کی نماز کے بعد معہد کی جامع مسجد میں عمومی اجلاس رکھا گیا جس میں اراکین، اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ قصبہ رچھا کے احباب جماعت نے بھی خاصی تعداد میں شرکت کی اور شیخ کے پرمغز خطاب کو سنا۔ آپ نے خوف الٰہی کے عنوان پر مدلل ومؤثر خطاب فرمایا طعام کے بعد آپ لکھنؤ رخصت ہوگئے جہاں سے آپ کو مدینہ جانا تھا۔ واضح رہے کہ شیخ مدینہ یونیورسٹی میں ادب عربی کے پروفیسر ہیں اور مدت دراز سے وہاں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(۲) شیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ معروف داعی ومبلغ ریاض: شیخ موصوف معہد کی دعوت پر مورخہ ۷/اگست ۲۰۱۷ء بروز سوموار معہد تشریف لائے صلاۃ ظہر سے قبل جامع معہد میں اراکین، اساتذہ وطلبہ کے درمیان شیخ نے ''ربانیین'' کے موضوع پر نہایت علمی وتربیتی پرمغز خطاب فرمایا، بعد صلاۃ ظہر اساتذہ وذمہ داران معہد کے درمیان ایک نشست ہوئی جس میں شیخ نے بہت مؤثر انداز میں نصیحت فرمائی، بعد صلاۃ عصر بڑی مسجد قصبہ رچھا میں اور بعد صلاۃ عشاء جامع مسجد اہل حدیث قاضی ٹولہ شہر بریلی میں شیخ کا خطاب عام ہوا۔ الحمد للہ آپ کی آمد بے حد مفید ثابت ہوئی اور آپ کے خطابات سے لوگ کافی متاثر نظر آئے۔

(۳) امیر محترم وناظم عمومی کی آمد: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم عمومی شیخ ہارون سنابلی حفظہما اللہ کی مورخہ ۲۱/اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ معہد میں تشریف آوری ہوئی ادارہ کا تفصیلی معائنہ کیا اور کلاسوں میں جاکر طلبہ کا تعلیمی جائزہ بھی لیا اور طلبہ کی تعلیم وتربیت، معہد کے نظم ونسق، صفائی وستھرائی ماہر وتجربہ کار باصلاحیت اساتذہ کی ٹیم اور اراکین کے حسن انتظام کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور معہد کی ترقی کے لئے دعائیں کیں۔ اس کے بعد معہد کی جامع مسجد میں اراکین، اساتذہ وطلبہ کے درمیان خطاب عام کا پروگرام رکھا گیا، ناظم عمومی نے علم کی اہمیت وافادیت پر پرمغز مدلل خطاب فرمایا۔ امیر محترم شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے علم کے حصول کے ساتھ ساتھ عمل اور تربیت وتزکیہ کی ترغیب دلائی۔ اراکین واساتذہ کی خدمات کو سراہا اور محنت ولگن اور خلوص کے ساتھ معہد کی خدمت کرنے پر ابھارا۔ (محمد

فاروق محمد الیاس سلفی، پرنسپل المعہد الاسلامی السلفی رچھا بریلی)

تقدس وتحفظ بیت المقدس ومسجد اقصیٰ

زیر اہتمام جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندر آباد: آج مورخہ ۱۸/دسمبر ۲۰۱۷ء مسجد محمدیہ اہل حدیث لنگرحوض میں منعقدہ جلسہ عام بعنوان تقدس مسجد اقصیٰ۔ زیر صدارت مولانا محمد عبدالرحمٰن فاروقی صاحب امیر جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد منعقد ہوا۔

تین مقامات مقدسہ جس کی طرف سفر باعث اجر وثواب ہے۔ مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ مدینہ تشریف آوری کے بعد نبی ﷺ نے تقریباً ۱۷ماہ تک اسی جانب رخ کرکے نمازیں ادا کیں۔ یہاں تک کہ تحویل قبلہ کا حکم آ گیا۔ اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب ۵۰۰ نماز ادا کرنے کے برابر ہے۔ اسلام میں اس کا درجہ حرم کا ہے۔ اسی سرزمین کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ہجرت کی اور داؤد علیہ السلام نے اس سرزمین کو سکونت کے طور پر اپنایا اور یہیں اپنا ایک محراب بھی تعمیر کروایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی جگہ سے ساری دنیا میں حکومت کرتے تھے۔ قصہ طالوت وجالوت کا تعلق بھی اسی سرزمین سے ہے۔ نیز اسی سرزمین سے خاتم المرسلین امام الانبیاء محمد ﷺ نے معراج کیا اور اسی مقام پر انبیاء کرام کی امامت فرمائی۔ بیت المقدس کا مسئلہ اسلامی تاریخ، اسلامی ثقافت اور اسلامی عقائد سے جڑا ہوا ہے۔ ۱۶ ہجری عہد فاروقی میں بیت المقدس پرامن انداز میں فتح ہوا تھا۔ اس کے بعد پھر اس پر عیسائی قابض ہوگئے تھے۔ ۱۰۹۹ میں پہلی صلیبی جنگ کے موقع پر صلیبیوں نے ۷۰۰۰۰ ہزار مسلمانوں کو شہید کردیا تھا۔ ۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضہ سے آزاد کیا تھا۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی سے پوچھا گیا کہ آپ مصر، شام، اور لبنان کے سلطان ہیں لیکن کبھی آپ کو مسکراتے نہیں دیکھا گیا۔ انہوں نے جواب دیا میں کیسے مسکراؤں۔ جبکہ بیت المقدس عیسائیوں کے قبضہ میں ہے۔ ۱۲۲۸ھ سے ۱۹۴۴ء تک مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھین لیا گیا یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہودی فلسطین اور بیت المقدس کے اصل باشندے نہیں تھے۔ جبکہ عرب قبائل شمالی فلسطین میں ڈھائی ہزار سال سے اور جنوبی فلسطین میں ۲۰۰۰ ہزار سال سے آباد ہیں۔

جدید تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۱۷ء میں یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا تھا اور برطانیہ حکومت نے یہودیوں کو قومی وطن بنانے کی اجازت دے دی یہی وہ سازش تھی کہ آج تک فلسطین میں نہتے فلسطینیوں اور معصوم بچوں اور عورتوں کا قتل عام جاری ہے اقوام متحدہ کی سرپرستی میں اسرائیل کا قیام عمل میں لایا گیا اور یہ طے پایا کہ یروشلم اسرائیل کا حصہ نہیں ہوگا موجودہ صدر امریکہ ٹرمپ نے بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی خودمختاری سے مسلمانان عالم کے دلوں کو بھی ٹھیس پہنچائی اور بیت المقدس کے تقدس کو پامال کرنے کی ناعاقبت اندیش سازش کی ہے۔

قرارداد: ۱۔ جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد پورے وثوق کے ساتھ یہ قرارداد پاس کرتی ہے کہ مسلم حکمران اور سارے مسلمانان عالم بیت المقدس کو کسی بھی صورت میں اسرائیلی دارالحکومت بننے نہیں دے گی۔ ۲۔ جمعیت اہل حدیث اسرائیلی مصنوعات کے مکمل بائیکاٹ کا مطالبہ کرتی ہے۔ ۳۔ جمعیت اہل حدیث مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ یہودی کلچر کو اپنے سماج معاشرہ اور گھروں سے نکال پھینکیں۔ ۴۔ تحفظ وتقدس بیت المقدس کے لئے عالم اسلام میں احکامات الٰہی کی پابندی خصوصاً پنجوقتہ نمازوں کی پابندی اور اللہ رب العزت سے مسجد اقصیٰ کے تحفظ اور فلسطینیوں کے جان مال اور ایمان کے تحفظ کی دعاؤں کی اپیل کرتے ہیں۔ ۵۔ جمعیت مطالبہ کرتی ہے کہ پرامن طور پر آئین وقوانین کی پابندی کے ساتھ اپنی کوشش جاری رکھیں۔

اس موقع پر مولانا عبدالرحمٰن فاروقی صاحب امیر شہری جمعیت، مولانا صفی احمد مدنی صدر مجلس علمائے اہل حدیث تلنگانہ، مولانا عبدالرحیم مکی صاحب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ، مولانا سید واجد حسن مدنی نائب امیر شہری جمعیت، مولانا شفیق عالم خان جامعی ناظم شہری جمعیت، مولانا سید آصف عمری نائب امیر شہری جمعیت جناب عبدالقادر بن عبدالرشید، جناب عبدالغنی جمشید پوری، شفیق عالم خان جامعی، جناب صوفی محمد فاروق صاحب کے علاوہ احباب جمعیت موجود تھے۔

رپورٹ مجلس عاملہ صوبائی جمعیت اہل حدیث

دہلی: صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق مورخہ ۳/دسمبر ۲۰۱۷ء کو صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس اہل حدیث منزل اردو بازار جامع مسجد دہلی میں زیر صدارت مولانا عبدالستار سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی منعقد ہوا۔ جس میں دہلی کے سات اضلاع سے اراکین عاملہ وذمہ داران ضلعی جمعیات اہل حدیث شریک ہوئے۔ اجلاس کا آغاز اسماعیل آزاد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ پھر حسب ایجنڈا ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی مولانا محمد عرفان شاکر نے گذشتہ کارروائی کی خواندگی اور رپورٹ پیش کی جس پر حاضرین نے اطمینان وخوشی کا اظہار کیا۔ پھر تمام نومنتخب اراکین عاملہ نے اپنا تعارف پیش کیا۔ میٹنگ میں دعوتی، تعلیمی، تربیتی واصلاحی امور سے متعلق کئی تجاویز پاس ہوئیں۔ اور صوبہ میں دعوتی، تربیتی، تعلیمی ورفاہی اور تنظیمی کاموں کو منظم وفعال کرنے پر زور دیا گیا اور طے پایا کہ ضلع وار ماہانہ اصلاحی وتربیتی پروگرام کا انعقاد کیا جائے گا اور صوبائی اجلاس نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ فروری کے اوائل میں منعقد کیا جائے گا۔ مجلس عاملہ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام چونتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے دہلی میں منعقد کئے جانے کے فیصلے پر خوشی اور گرمجوشی کا اظہار کیا، ساتھ ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران کو یقین دہانی کرائی گئی کہ صوبہ دہلی کو جو اعجاز حاصل ہوا ہے اس کے کامیابی کے لیے صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی دامے درمے قدمے سخنے تعاون پیش کرے گی۔ عاملہ نے احباب سے اپیل کی کہ وہ ابھی سے کانفرنس کو کامیاب کرنے کے لئے اپنی تگ ودو اور جدوجہد تیز کردیں۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کی مجلس عاملہ کی اس اجلاس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نومنتخب ذمہ داران کو دلی مبارکباد پیش کی گئی اور اس انتخاب کو موفق قرار دیتے ہوئے توقع ظاہر کی کہ امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے جس طرح بحیثیت ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے فلیٹ فارم سے گراں قدر قومی وملی جماعتی اور انسانی خدمات انجام دیں جس کی وجہ سے جماعت کے وقار کو چار چاند لگا اور قومی وملی اور جماعتی اتحاد واتفاق کے قیام کے لیے جو مساعی جلیلہ صرف کیں اس کا مبارک تسلسل پوری توانائی کے ساتھ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ مجلس عاملہ نے بطور خاص بعض جماعت عناصر کے ذریعہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور

ان کی ذیلی جمعیات کے ذمہ داران واراکین خصوصا امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کی مسلسل کردار کشی، ان کے خلاف بے بنیاد الزام تراشی اور پروپیگنڈہ کی پرزور مذمت کی اوران طالع آزماؤں اور حاسدوں کو اپنی مذموم حرکتوں سے باز آنے کی تلقین کی۔ اس اجلاس میں داعش ودہشت گردی کی پرزور مذمت کی گئی اوراسے غیرانسانی عمل قرار دیا گیا اوراس بات پرزور دیا گیا کہ داعش ودہشت گردی کا مقابلہ قومی یکجہتی اورآپسی اتحاد واتفاق کے ذریعہ ہی کیا جاسکتا ہے اجلاس میں معصوم مسلم نوجوانوں کی گرفتاری اور روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی اور گئوکشی کے نام پرایک خاص طبقہ کو بلاوجہ ہراساں کئے جانے پراظہار تشویش کیا گیا اورعوام وخواص سے اپیل کی گئی کہ ملک میں قومی یکجہتی اورفرقہ وارانہ ہم آہنگی اورامن وامان کے قیام میں اپنا کردارادا کریں۔صدر اجلاس کی دعا پر میٹنگ کا اختتام عمل میں آیا۔اس اجلاس میں جن اراکین عاملہ وذمہ داران ضلعی جمعیات نے شرکت کیں ان میں مولانا عبدالستار سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی، مولانا عرفان شاکر ریاضی ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی، الحاج قمرالدین، مولانا محمد عمیر مدنی، انجینئر امان اللہ، مولانا اشفاق ریاضی، مولانا ندیم سلفی، محمد اسرائیل خان، ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی، مولانا محمد رئیس فیضی، مولانا محمد اسماعیل آزاد، محمد ساجد مان، محمد مقیم، مظاہر علی، محمد فیاض وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

آہ! المعہد الاسلامی السلفی رچھا بریلی کا سرپرست نہ رہا: یہ خبر جماعتی حلقوں میں یقیناً رنج وغم کے ساتھ سنی جائے گی کہ المعہد الاسلامی السّلفی رچھا بریلی یوپی کے سابق ناظم وموجودہ سرپرست اور جماعت اہل حدیث ضلع بریلی کے فعال ومتحرک رکن جناب ڈاکٹر اسلم حسین اپنے آبائی وطن قصبہ دھونرہ ٹانڈہ ضلع بریلی میں یکم نومبر ۲۰۱۷ء بروز بدھ اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔نماز جنازہ وتدفین میں معہد کے اراکین واساتذہ نے شرکت کی اور پسماندگان کو قلبی تعزیت پیش کی۔انتقال کی خبر ملتے ہی معہد نے مرحوم کی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی اور واضح کیا کہ موصوف معہد کے قیام ۱۹۸۲ء سے لے کر ۲۰۰۳ء تک ناظم اعلیٰ رہے پھر تاحیات معہد کے سرپرست رہے آپ ضلعی جمعیت اہل حدیث بریلی کے ناظم اورمرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے رکن بھی رہ چکے ہیں۔

موصوف نہایت متواضع، ملنسار، خوش مزاج، اعلیٰ فکروشعور اوراونچے کردار کے حامل تھے زندگی بھر کتاب وسنت کی سچی تعلیمات اورمسلک سلف کی ترویج واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ جمعیت وجماعت اورمعہد کا ہر شخص آپ کی جدائی سے غمگین ورنجیدہ ہےاوردعا گو ہے کہ اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے ان کی خدمات کو قبول کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔قارئین جریدہ ترجمان سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔(محمد فاروق محمد الیاس سلفی، پرنسپل المعہد الاسلامی السّلفی رچھا بریلی)

مدرسہ ضیاء العلوم السلفیہ پرسا، سیتا مڑھی کے سکریٹری شیخ رضاء اللہ سلفی کی اہلیہ کا انتقال پر ملال:

۲۶ نومبر بروز اتوار ساڑھے دس بجے شب کو میری (حافظ شمشاد عالم سنابلی مظفرپوری) ساس محترمہ وزیرہ خاتون بنت مولانا صداقت حسین دوستیاوی (مرحوم) شیخ الحدیث وصدر مدرس، مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ، زوجہ ماسٹر حافظ الحاج شیخ محمد رضاء اللہ بن مولوی محمد ادریس سلفی، اصلاحی پرسا کا انتقال ہوگیا۔**انا للہ وانا الیہ راجعون، اللهم اغفرلها وارحمها وادخلها جنة الفردوس، آمین۔**

جنازہ کی نماز انکے شوہر شیخ رضاء اللہ سلفی، سکریٹری مدرسہ ضیاء العلوم السّلفیہ، پرسا، پریہار، نے پڑھائی، مرحومہ کے صلاۃ جنازہ میں ہر مکتب فکر کی ایک جم غفیر تھی۔

مرحومہ کا تعلق دینی، تعلیمی واصلاحی خانوادے سے تھا۔آپ کے والد صوبۂ بہار کے معروف ومشہور عالم تھے اور مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ کے شیخ الحدیث و صدر مدرس تھے۔مرحومہ نیک سیرت، پاکباز، مہمان نواز، غمخوار، صوم وصلاۃ، تلاوت قرآن کی پابند، سخی، بچوں اوربچیوں کی مشفق وہمدرد خاتون تھیں۔محلّہ وگاؤں کی اکثر عورتوں اورلڑکیوں کی استانی تھیں۔عورتیں انکے پاس دینی تعلیم ومسائل کے حل کیلئے آیا کرتی تھیں۔خاص طور سے بیوہ اورغریب عورتیں آتیں اور یہ انکی مدد رازدارانہ ومخلصانہ کرتی تھیں۔عورتیں اوربچیاں پانی اور گُڑ (میٹھا) لیکر بطورِ خاص ولادت کے موقع سے دم کرانے آتی تھیں۔آپ جماعت کی بڑی ہمدرد خاتون تھیں۔متقی اور عقیدۂ توحید کی بڑی پکی اہلحدیث خاتون تھیں۔تعویذ، گنڈہ اور سماجی وغیرشرعی رسومات وبدعات سے سخت نفرت رکھتی تھیں۔آپ کا شیوہ اورعمل یہ تھا کہ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا کرتی تھیں۔اکثر عورتوں کو تعلیم وتربیت دیتے وقت قرآنی آیات واحادیث سے دلائل علماء کی طرح دیتی تھیں۔آپ کو دیوانِ گلشن کے اکثر اشعار یاد تھے جسکی وجہ سے آپ کو وقتاً فوقتاً گنگناتی رہتی تھیں۔آپ وفات تک محلّہ کی عورتوں کی عیدین کی نماز کی امامت کا فریضہ انجام دیتی رہیں۔بچیوں کو آٹھ سے دس گروپ میں پوری عمر تعلیم دیتی رہیں۔مرحومہ کو مدارس وجامعاتِ اہلحدیث سے بڑی محبت وہمدردی تھی، جب مہسول، سیتا مڑھی کی جامع مسجد اہل حدیث کا معاملہ اٹھا انکی پریشانی میں نے خود محسوس کیا اور وفات تک اسکی فکر انہیں لگی رہی۔آپ نے اسی سال حج بیت اللہ کا کامیاب سفرِ حج کیا تھا۔جماعت وجمعیت سے بیحد لگاؤ تھا اور دینی رسائل ومجلّات خاص طور سے جریدہ ترجمان اورنوائے اسلام کا شدت سے انتظار کرتی تھیں اورحرف بہ حرف مطالعہ کرتیں۔اخبار میں صرف قومی تنظیم کو پسند کرتی تھیں۔آپ کی رحلت سے پورے گاؤں کی عورتوں کی دعوتی میدان میں بڑا بھونچال سا آگیا ہے، عورتیں غمزدہ ہوگئیں ہیں۔

پسماندگان میں دو بیٹے حافظ صہیب اشرف اورخبیب ہیں نیز تین بیٹیاں تبسم فاطمہ، ترنم فاطمہ اورصالحہ رضاء اللہ تیمی ہیں۔مرحومہ کو اپنی چھوٹی بیٹی سے بیحد لگاؤ تھا چونکہ انہوں نے انکی تعلیم وتربیت میں بہت محنت کی تھی اورامید کرتی تھیں کہ ہماری یہ بیٹی میری دینی وراثت کو قائم ودائم رکھے گی اورالحمد للہ مرحومہ اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی رہیں۔اخیر میں، میں اللہ رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ اے اللہ تو مرحومہ کے نیک اعمال اورحج کو قبول فرمالے، انکی لغزشوں کو درگزر فرمادے اورانہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرما۔آمین (شریک غم حافظ شمشاد عالم سنابلی مظفرپوری مدرس: مدرسہ ابوالکلام آزاد، چکوا، موتی پور، مظفرپور)

(مرکزی جمعیت اهل حدیث هند کے امیر مولانا اصغر علی امام مهدی سلفی، ناظم عمومی مولانا محمد هارون سنابلی، ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز اور جمله ذمه داران و کارکنان نے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظهار تعزیت کیا هے)

☆☆